جستجوِ حیات

اریبہ احمد

السَّلام علیکم !

جستجوِ حیات میری پہلی تحریر ہے۔اس کہانی میں "وردہ"کا کردار ایک حقیقی لڑکی سے لیا گیا ہے جس نے خود کے لیے سٹینڈ لیا اور اب وہ اسی بل پہ ایک خوشحال زندگی گزار رہی ہے۔البتہ "حشام"اور باقی سب کردار کچھ حد تک افسانوی ہیں۔

جیسا کہ نام "جستجوِ حیات"ہے یعنی ڈھونڈنے کا عمل،خود کی تلاش اور خود کی کھوج۔

اس تحریر کا اصل مقصد یہ بتانا ہے کہ جب تک آپ خود ہمت نہیں ہارتے آپ کو کوئی نہیں ہرا سکتا،خود کے لئے سٹینڈ لینا ایک ہمت والا کام ہے لیکن آپ اپنے حق کے لئے آواز نہیں اٹھائیں گے تو کوئی بھی آپ کے لئے بولنے نہیں آئے گا۔اور زندگی کبھی آزمائشوں سے خالی نہیں،آپ ہمیشہ کے لئے ایک خوشحال زندگی گزار سکتے ہیں لیکن مشکلات اور آزمائشیں اسی زندگی کا

حصہ ہیں، ان کے نہ ہونے سے انسان کو ایک اچھی زندگی کی قدر اور اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔

یہ کہانی چونکہ میری پہلی تحریر ہے اسی لئے اس کو سوچنے کے لئے بھی بہت وقت لگا، شروع میں سب کچھ ترتیب دینے میں مشکل پیش آئی لیکن اس میں میری ایک دوست نے مدد کی اس کے لئے اس کا شکریہ!

اس تحریر میں دی گئی تمام نصیحتیں میری امی کی ہی ہیں جو اس میں لکھی ہیں۔

کوئی بھی کہانی بلکل پرفیکٹ نہیں ہو سکتی، کچھ نہ کچھ کمی پیشی کہیں نہ کہیں رہ جاتی ہے اسی لئے میری پہلی کوشش ہونے کی وجہ سے تھوڑی بہت غلطیوں کو نظر انداز کیجئے گا۔

اریبہ احمد

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

میرے والدین کے نام جنہوں نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی۔

وہ شیشے کے سامنے کھڑی اپنی یونیورسیٹی کے لئے تیار ہو رہی تھی۔ کالے عبایہ کے ساتھ کالے سکارف میں ملبوس اپنا بیگ اٹھائے وہ اپنی یونیورسٹی کے لیے تیار کھڑی تھی، اتنے میں سفینہ بیگم اس کے کمرے میں داخل ہوئیں "دیکھو وردہ بچے میری بات سمجھو تم میری بیٹی۔۔۔"

"نہیں ہوں میں آپ کی بیٹی۔۔۔" سفینہ کی بات درشتی سے کاٹتے ہوئے وہ کمرے سے نکل گئی۔ کمرے سے نکلنے پر سامنے کھلا صحن تھا جس کے دائیں طرف باقی کمرے اور بائیں طرف باغیچہ اور باغیچے سے گزر کر دروازہ تھا۔ وہ جیسے ہی دروازے تک پہنچی اس کے قدم چلنے سے انکاری ہو گئے۔ ایک تو وہ جزباتی ہونے کی وجہ سے وہ فوری ردِ عمل دیتی تھی۔

وردہ کو ایک دفعہ بچپن میں اپنی ماں کی کہی بات یاد آئی **"بچے اس کے ساتھ اچھا کرنا بڑی بات نہیں جو آپ کے ساتھ اچھا ہو، کمال تو یہ ہے کے آپ اس کے ساتھ اچھا کرو جو آپ کے ساتھ برا کرے"۔**

وہ مجبوراً وہاں سے پلٹی اور واپس سفینہ کے پاس آئی۔

"مجھے معاف کر دیں، میں غصے میں بول گئی' اتنا کہہ کر وہ پلٹ گئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اب وہ رسمی جملے بولیں گی جس کا اس کے پاس وقت نہیں تھا۔

وہ پہلے ہی بس کیلئے لیٹ تھی اور ابھی بس تک پیدل چل کر جانا تھا۔بس میں بھی مسلسل وہ یہی سوچ رہی تھی کے اس کی ماں نے آخری وقت میں بھی یہی کہا تھا کہ **"وردہ بچے کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرنی اور اپنے ساتھ ہونے نہیں دینی"۔**

وہ ہمیشہ سوچتی تھی کے ان مشکل حالات میں بھی اس کی ماں نے یہ سبق دیا۔

چوبیس گھنٹے کے واقعے کو وہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی۔اس کی ماں "آصفہ

عاصم "کو گزرے دو سال ہو گئے تھے اور اب وہ بی ایس سائیکالوجی کے دوسرے سال میں تھی اور اس کے بابا دوبئ میں ہوتے تھے۔ چوبیس گھنٹے کے پہلے والے واقعے کو سوچ کر اس کا دل کہیں دور بھاگ جانے کو کر رہا تھا۔ وہ چاہ رہی تھی کے وہ بھاگ کر اپنی ماں کے گلے لگ جائے اور کھل کر روئے۔ کتنا عرصہ ہو گیا تھا اپنی ماں کی گود میں سر رکھے۔

کبھی کبھی انسان واقعی اتنا بے بس ہو جاتا ہے کہ چاہ کر بھی وہ نہیں کر سکتا جو وہ کرنا چاہتا ہے۔ کچھ لوگ واقعی بہت دور چلے جاتے ہیں کے ان کو صرف یاد کر سکتے ہیں۔

....

یونیورسٹی پہنچ کر اس نے ساری روداد اپنی دوست کو سنادی۔ زندگی میں ایسا دوست ضرور ہونا چاہئے جو آپ کو بغیر پرکھے آپ کی بات سنے اور آپ کی دلجوئی کرے، اور آپ کا مسلہ حل کر دے۔ لیکن دوست ہونے کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آپ مشکل میں ہوں اور آپ کا دوست لازمی آپ تک پہنچے۔

،-------------------------

ایک دن پہلے،وقت:06:00

بیٹا آج تم چھٹی کر لو آج کچھ لوگ تمہیں دیکھنے آئیں گے۔سفینہ نے صبح صبح اس کے سر پر بم پھوڑا۔

"کیا؟لیکن ابھی تو میں پڑھ رہی ہوں اور ابھی میرا شادی کا کوئی ارادہ نہیں"۔

وہ پہلے تو حیران ہوئی لیکن پھر حیرانی کی جگہ غصے نے لے لی۔

"دیکھو لڑکا دیکھا بھالا ہے اور تمہارے ماموں کے دوست کا بیٹا ہے، حارث"۔حارث کا نام سن کر اس کا دماغ بھک سے اڑا۔یہ تو وہی ہے جو ماموں کی بیٹی کی شادی پر اس سے ملا تھا اور اور کچھ دنوں سے اسے تنگ کر رہا تھا۔اس کا دل کر رہا تھا کے حارث کا سر کھول دے لیکن پہلے وہ انکار تو کرے۔ابھی وہ کچھ بولتی کے سفینہ بول پڑی،

"اگر تم نے انکار کرنا ہے تو دوبارہ اس گھر میں نہ آنا"۔وہ تو چاہتی یہی تھیں کہ کسی کے ساتھ بھی رخصت کر کہ اسے سر سے اتاریں چاہے جو بھی ہو

،اسے اسی بات کی امید تھی لیکن اسے دکھ ہوا تھا کے کوئی اتنا سفاک کیسے ہو سکتا ہے؟پہلے بھی وہ کونسا وہاں خوشی سے رہ رہی تھی۔

حال:

"وردہ اب تم کیا کرو گی؟ایسا کرو میرے گھر۔۔۔"وردہ جو سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر بیٹھی تھی فوراُ سے سیدھی ہوئی اور ماہا کی بات کاٹی۔

"نہیں ماہا میں اپنی پریشانی تم پہ مسلط نہیں کروں گی"۔کیسی بات کر رہی ہو میری۔۔۔"۔

"چلو کلاس کا ٹائم ہو رہا ہے"۔ماہا کو بھی چار و ناچار اٹھنا ہی پڑا۔

بس میں اس نے بہت سوچا،ضد ہے تو پھر ضد ہی سہی،وردہ کو بھی ضد وراثت میں ملی تھی۔وہ بس سے اتری لیکن اپنے گھر کے راستے کی بجائے وہ الٹی طرف چل پڑی۔'اپنے ساتھ زیادتی نہ ہونے دینے'کا مطلب اسے آج سمجھ آئی تھی۔

دروازہ کھٹکھٹانے پر ایک عورت نے دروازہ کھولا جو ہلکے پیازی رنگ کا سوٹ اور اس کا ہم رنگ دوبٹہ پہنے کھڑی تھیں اس عمر میں بھی خیال رکھنے کی وجہ سے اپنی عمر سے چھوٹی لگ رہی تھیں۔وردہ کا بہت گرم جوشی سے استقبال ہوا، وہ وردہ کی ماں کی دوست کا گھر تھا اور وہ وہاں بے خوفی سے کچھ دن رہ سکتی تھی۔اس نے بھی فیصلہ کر لیا تھا۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اپنے باپ کو کوئی بھی بہانہ بنا کر ٹال دے گی لیکن پردیس میں بیٹھے باپ کو پریشان نہیں کرے گی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

اگلی صبح وردہ ماہا کو پوری یونیورسٹی میں ڈھونڈ چکی تھی لیکن نہ تو وہ خود نظر آ رہی تھی نہ ہی اس کا فون اٹھا رہی تھی۔اچانک سے اسے دور سے ماہا چلتی ہوئی نظر آئی وردہ نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اور فوراً ماہا کی طرف بھاگی۔راستے میں اس کا تصادم ایک شخص سے ہوا اس شخص پر تو کوئی اثر نہ ہوا لیکن وردہ اور اس شخص کی ساری چیزیں نیچے گر گئیں۔

وردہ نے پہلے چیزیں اٹھائیں اور پھر خود پہ 'بچ گئی' والی نظر ڈال کر اور اسے سوری کہہ کر آگے بڑھ گئی۔ پیچھے وہ کھڑا پہلے تو حیران ہوا پھر 'وٹ ایور' کہتا آگے نکل گیا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

وہ اس وقت اپنے کمرے کے ٹیرس میں کھڑا چائے پی رہا تھا بلیک پینٹ کے ساتھ وائٹ ہوڈی پہنے وہ اپنی چائے کے ساتھ انصاف کر رہا تھا اور ہمیشہ کی طرح وجیہہ لگ رہا تھا جب اس کا دوست اس کے کمرے میں آیا، اور اس کی پشت پہ مکا مارا۔ وہ کراہا اور پلٹا "تو کبھی انسانوں کی طرح نہیں نازل ہو سکتا؟"

"انسانوں کی طرح انسانوں سے ملا جاتا ہے تجھ جیسے جانوروں سے نہیں"۔
ہشام نے چہرے پہ بلا کی معصومیت لاتے ہوئے کہا،
"امی کہتی ہیں جو کہتا ہے وہی ہوتا ہے"۔ وہ دونوں اس کی بات پہ قہقہہ لگاتے ہوئے وہاں سے چل دیئے۔

سفینہ آج سارا دن گھر نہیں تھیں وردہ کی طرف سے وہ الگ سے پریشان تھیں کے نہ وہ گھر آرہی ہے، نہ ہی فون اٹھارہی ہے اور نہ ہی اس کا کچھ اتاپتا ہے۔

ابھی وہ وردہ کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں کہ وردہ کی الماری خالی ملی۔ الماری کے دونوں پٹ کھلے پڑے تھے اور کپڑے غائب، الماری کے ہی ایک خانے میں ان کو ایک خط ملا جس کا متن کچھ یوں تھا۔

اسلامُ علیکم!

میں نے کہا تھا کہ میں حارث سے شادی نہیں کروں گی تو نہیں کروں گی۔ آپ نے گھر آنے سے منع کر دیا تھا تو ایسے ہی صحیح۔اس خیال میں رہیئے گا کے میں گھر سے بھاگ گئی ہوں لیکن جہاں بھی ہوں آپ کو نہیں ملوں گی۔ اور جہاں تک میرے اور آپ کے رشتے کی بات ہے وہ کتنا اچھا تھا وہ ہم دونوں جانتے ہیں۔ لہٰذا اب خدا حافظ"۔

سفینہ وہیں سر پکڑ کے بیٹھ گئیں اتنا تو وہ جانتی تھیں کہ وہ ضد کی پکی ہے لیکن اب وہ کیا کریں۔۔۔۔وہ اسے کہاں ڈھونڈیں گی۔۔۔اور ایک طرف تسلی بھی تھی کہ وردہ خود گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے۔

ابھی ماہا پرئیر روم سے ہی نکلی تھی وہاں سے ماہا سامنے سے آتی دکھائی دی۔

"ماہا تم نے دیر کر دی"۔

"ہاں بس سوچا کہ پہلے کام کر لوں بعد میں نماز پڑھ لوں گی"، بعد کے لفظ پہ وہ خود ٹھٹھک گئی۔

"ماہا بتاؤ عمرہ یا حج میں کونسا جزو اہم ہے؟" طواف، ماہا بے اختیار بولی۔"تو جب اذان ہوتی ہے تو طواف بھی رک جاتا ہے تو ہم کون ہوتے ہیں بعد میں نماز پڑھنے والے؟، ماہا نماز کو ترجیح بناؤ، آپشن نہیں"۔اس کی بات پہ وہ بے اختیار شرمندہ ہوئی اور سر ہلاتی ہوئی کمرے میں چلی گئی۔

حشام کا آج یونیورسٹی میں پہلا دن تھا وہ نیلی جینز کے ساتھ سفید کالر شرٹ پہنے ہوئے تھا۔اس کی ہلکی بھوری آنکھیں دھوپ میں مزید ہلکی نظر آتی تھیں۔ایک ہاتھ میں نوٹس اٹھائے اور دوسرے ہاتھ سے فون کو کان کے ساتھ لگائے وہ اپنے دوست کے ساتھ مگن چل رہا تھا جب کوئی لڑکی اس سے آ کے ٹکرائی اور اس کے نوٹس اور مقابل کی چیزیں زمین پہ گر گئیں۔اس لڑکی نے فوراً اپنی چیزیں سمیٹیں اور سوری کہہ کر چلتی بنی اور وہ اسے حیران کھڑا دیکھتا رہا جو بغیر کچھ کہے آگے چلی گئی ہے،وہ سر جھٹکتا،سی ٹی کی دھن پہ کچھ بجاتا آگے چلا گیا۔

وردہ اور ماہا آج کافی دنوں بعد باہر آئی تھیں۔وہ کیفے میں بیٹھ کر خوب باتیں کر رہی تھیں۔کہ ایک دم سے ماہا اس سے سوال کرتی ہے،"
وردہ تمھاری زندگی کا سب سے بڑا خواب کیا ھے؟"اس کی بات سن کر وردہ کے چہرے پر اداس سی مسکراہٹ آئی اور فوراً غائب ہو گئی۔"جو میرا خواب

ہے وہ عام طور پر ہر کسی کو ملتا ہے۔ لیکن میرا یہ خواب ہے کہ مجھے یہ واقعی ملے۔ میں نے ہمیشہ یہ
خواہش کی ہے کہ۔۔۔۔۔"

ابھی وہ بات مکمل کرتی کہ کسی نے اسے پیچھے سے وردہ پکارا، چند لمحوں کیلئے وہ حیران ہوئی اور پھر پلٹنے سے پہلے اسے یقین تھا کہ پیچھے کون ہے۔ کیوں کہ یہ وہ واحد آواز تھی جسے وہ لاکھوں لوگوں میں بھی پہچان سکتی تھی۔ وہ ایک دم سے کھڑی ہوئی اور پلٹی اور اسے ایک جھٹکا لگا کہ وہ یہاں کیسے۔

"وردہ تم جانتی ہو میں کب سے تمھیں ڈھونڈ رہا تھا۔ کوئی ایسے بھی غائب ہوتا ہے؟ اب تمھیں میں لے کر ہی جاؤں گا"۔

اس سے پہلے کے وہ آگے بڑھ کر وردہ کا ہاتھ پکڑتا وہ فوراً پیچھے ہوئی "معاف کیجیے گا محترم، میں آپ کو نہیں جانتی"۔ یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئی۔ اس شخص کے چہرے کی رنگت واضع طور پر اڑتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ کچھ دیر کھڑا رہنے

کے بعد وہ ویسے ہی پلٹ گیا جیسے آیا تھا،اور وردہ اسے خاموش نظروں سے دیکھتی رہی،

وہ آج پھر چلا گیا تھا،آج پھر اس نے وردہ کو ویسے ہی چھوڑ دیا تھا۔

"کون تھا یہ وردہ؟"

"ارمان۔"یک لفظی جواب میں ماہا کو سب سمجھ آگئی تھی۔"وردہ تمھیں ایک دفعہ اسے سننا چاہئیے تھا۔یہ اچھا طریقہ نہیں تھا۔"

"ماہا جب میں اکیلی تھی جب مجھے سہارے کی ضرورت تھی،جب مجھے رات کے اندھیرے میں گھر سے نکالا گیا تب کیوں یہ خاموش کھڑا تھا؟اب میں مضبوط ہوں کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔اب کیا لینے آیا ہے ؟میرے پاس اسے دینے کیلئے نفرت بھی نہیں ہے۔"

مرد عورت کا محافظ ہوتا ہے۔اور مرد کی مردانگی کا تب پتا چلتا ہے جب عورت کو ضرورت ہو سہارے کی تب وہ سب کے ساتھ اسے محفوظ رکھے۔ اس کے ہوتے ہوئے عورت کو اکیلا پن محسوس نہ ہو۔لیکن وردہ نے ہمیشہ

اپنے آس پاس اپنے خاندان میں وہی مرد دیکھے تھے کہ ان کی مردانگی صرف تب جاگتی تھی جب عورت پر ہاتھ اٹھانا ہو، اسے طلاق کی دھمکی دینی ہو یا گھر سے نکالنا ہو اس کے گھر کے تمام مرد کانوں کے کچے تھے۔

"جیسی ماں ویسی بیٹی، پتا نہیں ہم نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ ماں ایسی ہے تو بیٹی ایسا کیوں نہیں کرے گی۔"

"آنٹی ماں کو بیچ میں نہ لائیں میں نے کچھ غلط نہیں کیا میں اپنی دوست کے ساتھ آئی ہوں، اس کا بھائی بس گاڑی چلانے کے لئے ساتھ آیا تھا"۔

آنسو اس کی آنکھوں سے مسلسل بہہ رہے تھے۔"جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ نکل جاؤ میرے گھر سے"۔

"میں کہاں جاؤں گی اس وقت؟" "جہاں بھی جاؤ ہمارے سروں سے اترو"۔

اس نے پلٹ کر ارمان کی طرف دیکھا اور اسی پل ارمان بھی نظریں پھیر لیں اور پھر وہ آرام سے گھستی چلی گئی اسے اندازہ تھا کے ارمان اسے پسند کرتا ہے

لیکن جب گھر کے سب مرد ایسے ہی تھے تو اس نے ارمان سے کیسے امید لگا لی۔

"بس کردو اب پہلے میرے چھوٹے بیٹے کو اپنے چکروں میں گم کردیا اور اب میرے بڑے بیٹے کو پھسانے کے چکروں میں ہو"۔ وردہ نے تکلیف سے اپنی تائی کو دیکھا جو اس پہ بے بنیاد الظام لگا رہی تھیں۔ "شام بھی تیری وجہ سے گما تھا۔"

وردہ نے ہمیشہ ہی شام کا ذکر سنا تھا، شام ارمان کا چھوٹا بھائی تھا جو وردہ کا ہم عمر تھا اور ارمان وردہ سے دو سال بڑا تھا۔ وہ دروازے کے ساتھ لگی رات کے اندھیرے میں کھڑی خاموش آنسو بہا رہی تھی جب اس نے اپنے ابو کو کال ملائی لیکن آگے سے کال نہ اٹھائی گئی، لیکن اس نے پھر بھی ہمت نہیں ہاری اور پھر دو تین دفعہ ملانے پر بھی وہی جواب ملا تو وہ مایوس ہو کر بیٹھ گئی، میلوں کے فاصلے پر عاصم صاحب اپنی آنلائن میٹنگ میں مصروف تھے اور فون سائیلنٹ پر تھا۔ پھر اس نے ماما کو کال ملائی جو ہمیشہ مشکل وقت میں اس کے

ساتھ ہوتی تھی۔ایک دم سے بے سر و سامان ہونا کیسا ہوتا ہے اسے آج سمجھ آئی تھی۔

موجودہ وقت:

وردہ یہ سب بھول جانا چاہتی تھی اور آگے بڑھنا چاہ رہی تھی لیکن آج ارمان کے سامنے آنے سے پھر درد جاگ اٹھا تھا۔

ارمان لان میں ٹہلتا ہوا آج کا واقعہ سوچ رہا تھا، صحیح ہی تھا کہ وردہ نے اسے پہچانا نہیں جب وردہ کو اس کی ضرورت تھی تب اس نے اس کا ساتھ نہیں دیا تو اب وہ کس منہ سے اس کے سامنے جائے گا؟تب ہی شائستہ بیگم اسے اکیلے ٹہلتا دیکھ کر اس کے پاس آئیں۔"بیٹے کب تک جاگو گے ؟"

"ماں آج مجھے وردہ ملی، آپ جانتی ہیں۔۔۔"ابھی وہ بات مکمل کرتی شائستہ بیگم نے اس کی بات کاٹی۔ارمان کے چہرے کی خوشی انہیں پسند نا آئی۔بظاہر نرمی سے مخاطب ہوئیں "بیٹے کب تک اس پر کٹی کا سوگ مناؤ گے ؟"

"ماں اسے ایسے نا کہا کریں آپ جانتی ہیں مجھے آپ کا اس طرح کہنا مجھے بلکل اچھا نہیں لگتا"۔ وہ درشتی سے بات کاٹ گیا۔

"ملا تھا میں ماہا کے بھائی سے اس نے سب سچ بتایا تھا، وردہ کا کوئی قصور نہیں تھا۔ آپ نے اسے مجھ سے چھین لیا ماں، کوئی اپنی اولاد کی خوشیوں کو بھی ان سے دور کرتا ہے؟ آپ نے چھین لیا اسے مجھ سے۔" اس کی آواز آخر میں بھیگی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

شائستہ بیگم کو لگا جیسے وہ رو رہا ہو لیکن ان کی انا بہت اونچی تھی وہ سمجھتی تھیں کے اپنی بھانجی ثمرہ سے شادی کر کے وہ وردہ کو بھول جائے گا لیکن یہ ان کی خام خیالی تھی۔

وردہ ایک دفعہ ارمان کو صفائی کا موقع تو دو۔

"ماہا میں تنگ آگئی ہوں ایک ہی بات سن سن کہ، کوئی اور بات کرو، اور میری امی کہتی تھیں کہ اگر کسی کے سامنے آپ کو صفائی دینی پڑے اور آپ کو لگے

کے آپ کی صفائی کی کوئی وقعت نہیں تو بہتر ہے خاموش ہو جاؤاور کنارہ کشی کرلو، بلاوجہ اپنی عزتِ نفس نہ گراؤ۔"ماہا کے پاس الفاظ نہیں تھے کے وہ کس طرح اسے سمجھاتی کچھ حد تک وہ بھی اس سے متفق ہی تھی۔

"ہاں وردہ یاد آیا کل میری طرف آتے ہوئے تم جس سے ٹکرائی تھی تو اس وقت تمہاری چیزوں کے ساتھ، کچھ اس کے کاغذات بھی گرے تھے جو تم نے ساتھ ہی اٹھا لئے تھے اس نے مجھ سے کہا ہے تم تک پیغام پہنچادوں"۔

ہاں میں نے بھی کل سے پیپرز کھول کر نہیں دیکھے، ہماری ہی کلاس میں ہے اسے کردوں گی واپس۔"

ماضی:

جارہی ہو تو میرے لیئے بھی پانی لے آنا۔"

اسلام علیکم !.

اگر آپ بھی لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اسے دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم فراہم کر رہے ہیں آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم جو آپ کے لکھی ہوئی پوسٹ کو دنیا تک پہنچائیں گا۔

اپنا ناول، ناولٹ، آرٹیکل، افسانہ، شاعری یا کچھ بھی لکھا ہو پبلش کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ہم سے رابطہ کریں۔

Mklibrary13@gmail.com

اس کے علاوہ آپ ہمارے انسٹا گرام اور واٹس ایپ پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

What's up Number: +92-3144810202

Instagram:mklibrary.official

"میرے ہاتھوں پہ مہندی لگی ہے، ایک تو اٹھ جاؤ تو سارا گھر پیاسا ہو جاتا ہے"۔ وردہ نے اپنی کزن کو جواب دیا جو اس کے مطابق اس کی اچھی دوست تھی۔

"آہ ایک تو تمہارے شوق۔۔ مہندی لگانا، چاند دیکھنا، آسمان دیکھنا اور چوڑیاں۔۔۔ میں تو بہت عاجز ہوں۔" وردہ نے ہنس کر ٹال دیا اور وہ ہمیشہ ہی اس کی تلخ باتوں کو اسی طرح نظرانداز کر دیتی تھی کہ وہ اس کی اچھی دوست ہے۔

لیکن نہیں، وردہ کو آج سمجھ آئی تھی کہ وہ اس کی دوست نہیں وہ تو دراصل شر تھا جو اسے ہمیشہ اسے کمتر محسوس کرواتا تھا۔

اس کی ماں اسے کہا کرتی تھی کہ **بچے انسان کو اتنا بھولا نہیں ہونا چاہئے کہ کوئی بھی اسے پاگل بنا جائے۔ ایک لڑکی کو اتنا سمجھدار ہونا چاہئے کے وہ سامنے والے کی نظروں سے ہی اس کا مقصد سمجھ جائے۔ سمجھدار لڑکی تو وہ ہوتی ہے جو کم از کم اپنے لیئے سٹینڈ لے سکے۔"**

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

ابھی وردہ کلاس میں آئی ہی تھی کہ اس کی نظر اس لڑکے پر پڑی جس کی چیزیں اس کے پاس تھیں۔ اس نے کاغذات پر لکھا ہوا نام پڑھا اور اس کے

قریب جا کہ اس کا ڈیسک بجایا۔ "مسٹر سلطان ؟" حشام کے نام کے آخر میں اپنا فیملی نیم پڑھ کر اسے عجیب لگا لیکن یہ نام صرف اس کا تو نہیں ہو سکتا نہ۔۔"

"جی، آپ ؟"

"وہ آپ کے کچھ کاغذات میرے پاس تھے وہ دینے آئی تھی۔" وہ جیسے ہی کاغذات نکالنے لگی حشام کی نظر اس کی اسائنمنٹ پر پڑی جو کہ اسی کے ٹاپک کا تھا۔

"ایکسکیوز می مس؟ کیا آپ کی اسائنمنٹ کا ٹاپک کیا ہے؟" ماہا نے اسے اپنی اسائنمنٹ کا نام بتایا،

"دراصل میری اسائنمنٹ بھی یہی ہے۔ مجھے اس میں کچھ مشکلات بھی ہیں، کیا ہم ایک ٹیم بن کر کام کر سکتے ہیں؟" وردہ نے یہ سنا لیکن جواب دیئے بغیر ہی باہر نکل گئی۔

ماہا کو اس نے سارا واقعہ سنا دیا اور پریشان وہ اس لئے تھی کہ آج تک وہ جتنے مردوں سے ملی ہے ان کی انا یہ گوارہ نہیں کرتی تھی کہ کوئی عورت ان سے آگے بڑھے اور اسے حشام سے بھی اسی بات کا ڈر تھا کہ وہ بھی سارا کریڈٹ خود نہ لے جائے۔ماہا کے سمجھانے پہ وہ حشام کے ساتھ کام کرنے پر راضی ہو گئی تھی، لیکن ابھی بھی وہ اپنی طرف سے پوری احتیاط برتتی تھی۔ان دونوں کو ایک ساتھ کام کرتے ہوئے دو ہفتے گزر گئے تھے اور حشام ابھی بھی اسے "مس وردہ" کہہ کر بلاتا تھا۔

"مس وردہ کیا آپ مجھے اپنا نمبر دے سکتی ہیں، تا کہ گھر میں بھی ضرورت پڑنے پر رابطہ ہو سکے ؟" ایک دن کام کرتے ہوئے اچانک ہی حشام نے وردہ سے کہا۔

"مجھے نہیں لگتا کہ اس کی ضرورت ہے کیوں کہ ہم دو ہفتے سے اکٹھے کام کر رہے ہیں اور ابھی تک اس کی ضرورت نہیں پڑی۔"

"میں آپ کا گریز سمجھ سکتا ہوں لیکن میرا آپ سے وعدہ ہے کام کے علاوہ کوئی بات نہیں ہو گی"۔وردہ نے اسے نمبر دے تو دیا لیکن اس کے ساتھ "دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک کر پیتا ہے" والا حساب تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

"ماں پلیز میں ثمرہ سے شادی نہیں کروں گا" ارمان نے ہمیشہ کی کہی بات دہرائی۔

"کیوں بیٹا آخر تمہیں مسلہ کیا ہے اچھی بھلی تو ہے"۔ارمان کا ان کی بھانجی کو منع کرنا کافی برا لگا تھا،

"ماں ایک تو میں نے وردہ کو ہی ہمیشہ اپنا ساتھی مانا ہے اور ثمرہ بہت بولڈ ہے، لڑکوں سے دوستیاں ہیں اور رات گئے تک پارٹیز میں جاتی ہے۔ہم دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، میں نے کہہ دیا ہے بس میں اس سے شادی نہیں کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور پیچھے شائیستہ بیگم پہلو بدلتی رہ گئیں وہ جتنا آسان سمجھ رہی تھیں اتنا آسان تھا نہیں۔

اسائنمنٹ کے آخری دن چل رہے تھے جب راستے میں چلتے ہوئے حشام نے وردہ کو روکا۔ "آآآ۔۔وردہ۔۔میں۔۔۔مجھے۔۔۔آپ کو۔۔کیا مصیبت ہے۔وردہ کیا ہم دوست بن سکتے ہیں؟" پہلے اٹکتا ہوا پھر آخر میں ایک ہی سانس میں ساری بات کہہ دی۔وردہ یک دم حیران ہوئی پھر انکار کر دیا۔ "کیوں؟" اسے انکار کی ہی امید تھی لیکن وہ وجہ بہر حال جاننا چاہتا تھا۔ "بس لڑکا لڑکی کبھی بھی دوست نہیں بن سکتے، ہم کام اکٹھے کر رہے ہیں لیکن یہ صرف کام کی حد تک ہے"۔یہ کہہ کر وہ آگے چلی گئی اور وہ پیچھے کھڑا رہ گیا۔**ایک لڑکی کو اتنا پر اعتماد ہونا چاہیئے کہ وہ 'نہ' کہہ سکے، جو چیز اسے غیر آرام دہ کر رہی ہو یا اسے پسند نہ ہو تو اس کے خلاف بول سکے۔**

ماضی:

"وردہ بچے اب تو تم کالج سے فارغ ہو گئی ہو آگے کیا ارادہ ہے؟"

"مماں میں سوچ رہی ہوں کہ کوی کورس کر لوں تاکہ آگے جا کر فائدہ ہو سکے"۔دونوں ماں بیٹی یوں ہی وقت نکال کر ایک دوسرے کو سنا کرتی تھیں اور **آپ کے پاس ایسا کوئی شخص ہونا جو آپ کے لئے وقت نکالے اور آپ کی باتیں سنے یہ بھی خوش قسمتی میں آتا ہے۔**ابھی وہ بیٹھی باتیں کر رہی تھیں جب دروازہ بجا۔

"میں دیکھتی ہوں"۔وردہ یہ کہہ کر دروازہ کھولنے چلی گئی لیکن سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اس کا دماغ بھک سے اڑا،وہ وردہ کو ایک طرف کر کے اندر آئیں اور آصفہ کے سامنے آکر کھڑی ہو گئیں۔ان کا ماننا یہ تھا کہ ہمیشہ عاصفہ بیگم کو ان سے زیادہ ملا،ہمیشہ ہی وہ ان سے آگے رہی ہیں،ان کے بقول زندگی میں عاصفہ کو شوہر بھی اچھا ملا تھا،بس اسی حسد میں وہ جلتی کڑتی تھیں،اور یہی وجہ تھی جو وہ آج عاصفہ کے سامنے کھڑی اپنا حسد نکال

رہی تھیں۔ حسد کرنے کے لئے ضروری نہیں کہ مقابل غیر ہی ہو، خون کے رشتوں میں بھی حسد پیدا ہونا عام بات ہے۔

وردہ فوراً سے کمرے میں گئی اور اپنے باپ کو کال ملانے لگی۔ باہر صحن میں وہ عورت جو کہ وردہ کی ماں کی بہن تھی ابھی بھی کھڑی آصفہ کو بے نقد سنائے جارہی تھی۔

"تم نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا آصفہ، خدا تمہیں سمجھے آج میں تمہیں تمہارے شوہر کے سامنے بے نقاب کر کہ چھوڑوں گی۔"

اندر وردہ بار بار اپنے باپ کو کال کر رہی تھی جو آگے سے مصروف مل رہی تھی۔ پریشانی سے وردہ کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ بالآخر عاصم صاحب نے کال اٹھائی لیکن وہ غصے میں بولے۔

"جب میں جواب نہیں دے رہا تو مطلب مصروف ہوں مجھے بار بار تنگ نہ کرو۔ فارغ ہو کر میں خود کال کرلوں گا۔" یہ کہہ کر بغیر وردہ کی سنے انہوں نے کال بند کر دی۔ وردہ کو لگا جیسے اسے کسی نے بھرے بازار میں تھپڑ دے

ماراہو کیوں کہ اس کے باپ نے آج تک اس سے اس طرح بات نہیں کی تھی۔اور اب تو اس نے اتنے مان سے اپنے 'باپ' کو اپنی 'ماں' کے لئے پکارا تھا۔فون کو وہیں چھوڑ کر وہ باہر آئی تو دیکھا کہ وہ عورت جا چکی ہے اور اس کی ماں ایک کونے میں پڑی کراہ رہی تھی۔وہ فوراً سے ان تک پہنچی۔

"ماں آنکھیں کھولیں، مجھے دیکھیں۔" لیکن آصفہ ، وردہ کی کوششوں کی باوجود بے ہوش ہو چکی تھیں۔ہمسائیوں کی مدد سے وہ دونوں ہسپتال پہنچی تھیں۔

مسلسل تین گھنٹے گزرنے کے باوجود ان کو ہوش نہیں آیا تھا۔وہ ایک کرسی پر بیٹھی انتظار کر رہی تھی وقت تو جیسے رک گیا تھا۔ہسپتال کی ٹھنڈی راہداری برف جیسی معلوم ہوتی تھی۔

بلآخر چار گھنٹے گزرنے کے بعد ایک ڈاکٹر باہر آیا اور اطلاع دی کہ مریض کسی وردہ کو بلا رہی ہیں وہ بھاگتی ہوئی کمرے میں گئی اور اپنی ماں کو دیکھا جو بستر پر بے سدھ پڑی تھی۔ہر طرف سے نالیوں میں جکڑی ہوئی تھی، انہیں دیکھ کر

اسے بے اختیار رونا آیا، لیکن یہ وقت رونے کا نہیں تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتی اپنی ماں کے پاس گئی۔

اس کا دل کر رہا تھا کہ کاش وہ اپنی سانسیں اپنی ماں کو دان کر دے لیکن ایسا ممکن ہی کہاں تھا۔

"وردہ"۔ وہ اپنی ماں کی پکار پر جیسے ہوش میں آئی ان کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر چوما۔ "جی امی میں پاس ہی ہوں۔"

اپنی کانپتی ہوئی آواز میں انہوں نے بولنا شروع کیا، **"میری بات دھیان سے سنو بیٹا ایک بات یاد رکھنا کبھی کسی کے ساتھ برائی کرنے میں پہل نہ کرنا، کسی کے ساتھ زیادتی مت کرنا اور خود اپنے ساتھ زیادتی ہونے نہ دینا۔"** وہ ایک دم سے حیران ہوئی کہ اس کی ماں ہر وقت اسے نصیحتیں کرتی رہتی تھیں لیکن اس وقت؟

"ماں"؟ وردہ نے انہیں پکارا لیکن وہ بغیر اس کی سنے اپنی بات مکمل کر رہی تھیں،

"بیٹا کبھی معاف کرنے میں دیر مت کرنا یہ ہمارے رب کی صفات میں سے ایک ہے۔" "ماں باتیں بعد میں کر لیں پہلے جلدی سے ٹھیک ہوں جائیں، میں نے ابو کو کال کر دی ہو وہ بھی آتے ہوں گے۔۔۔" ابھی وہ بات کر رہی تھی کہ انہوں نے اس کی بات کاٹی۔

"بیٹا ابھی تم چھوٹی ہو لیکن کبھی بھی اپنی زندگی کے فیصلے کسی اور کو نہ کرنے دینا اور اپنے لئے ضرور بولنا"۔

"ماں بس کریں آپ ہیں نہ میرے لئے بولنے کے لئے۔۔۔" ابھی وہ بات کر ہی رہی تھی کہ ایک مشینی آواز نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔ مشین بلکل سیدھی لائن دکھا رہی تھی۔ وہ بوکھلا کر ماں کی طرف پلٹی۔ "ماں۔۔۔ڈاکٹر، ڈاکٹر۔۔" لیکن اب کچھ بھی کہنا، کچھ بھی کرنا بیکار تھا۔ روح قبض ہو چکی تھی اس کی ماں کا رزق دنیا سے اٹھ چکا تھا اور بس کچھ لمحوں کا کھیل تھا اور وردہ کو لگا اس کے آس پاس کی دنیا ختم ہو چکی ہے۔

کانوں میں صرف ایک ہی آواز گونج رہی تھی کے بیٹا معاف کرنے میں دیر نہیں کرنا۔ وہ وہیں فرش پر بیٹھتی چلی گئی۔ ہسپتال کی ٹھنڈی زمین اس کے لئے موت کا پروانہ لائی تھی۔ اس کی ماں بھی ویسی ہی ہو گئی تھی ٹھنڈی، سرد، بے جان!

کچھ ہی دیر میں اس کے ابو بھی پہنچ گئے تھے اور باہر مردوں کے ساتھ بیٹھے تھے اور وہ گھر میں اپنی ماں کی میت کے سرہانے بیٹھی تھی۔ عورتیں اسے کہہ رہی تھیں کہ تھوڑا دل ہلکا کر لو اور کہیں سے کوئی کہہ رہا تھا کہ تھوڑا سا رو لو ورنہ پاگل ہو جاؤ گی۔ میت اٹھانے کے وقت وہ جیسے ہوش میں آئی تھی۔ ہر بات پہ فوری ردِ عمل دینے والی لڑکی سن بیٹھی تھی۔

حال:

فون کی آواز نے اسے جیسے حال میں لا کر پٹخا تھا۔ فون پر ابو کالنگ لکھا آرہا تھا۔ علیک سلیک کے بعد وہ اصل موضوع پر آئے۔ "بیٹا پیسے بھیجے تھے، مل گئے؟"

"جی ابو مل گئے تھے مجھے۔" کچھ وقت آگے پیچھے کی باتوں کے بعد انہوں نے کال بند کر دی۔

وہ انہیں بتانا چاہتی تھی کہ اسے صرف پیسے ہی نہیں "وہ" بھی چاہیئے تھے۔ مرد کی ذمہ داری صرف پیسہ کمانا ہی نہیں اولاد کو وقت دینا بھی ہوتی ہے۔ ایک ایسا رشتہ بنانا جس میں اولاد کو تحفظ ملے اور انہیں کچھ بھی کہنے سے پہلے زیادہ سوچنا مت پڑے۔ اولاد کی تربیت میں باپ کا بھی ایک حصہ ہوتا ہے۔ وردہ کا یہی خوف تھا کہ کہیں اس کا ہمسفر بھی ایسا ہی نہ ہو۔ وہ تحفظ دینے والا ہو اور پردیس میں نہ ہو۔

اس کا یہی خواب تھا کہ اس کا ایک خوشحال گھرانہ ہو جس میں وہ باخوشی رہتے ہوں۔ اس کا ہمسفر ہر شام گھر آیا کرے اور وہ ہفتے میں ایک، دو دفعہ باہر جایا کریں۔ ان کے بچے کبھی بھی ان کی عدم دستیابی کا شکار نہ ہوں۔ اس نے کہیں پڑھا تھا کہ راستہ خوبصورت ہوتا ہے یا منزل؟ جواب آیا ہمسفر۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

"وردہ، وردہ کدھر ہو؟" فاخر صاحب، وردہ کے ماموں، اسے پکارتے ہوئے سفینہ کے گھر داخل ہوئے۔

"بھائی صاحب وردہ گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے"۔ وہ چیختی ہوئی کمرے سے باہر آئی۔ "کیا، کدھر گئی ہے وہ ہمیشہ کی طرح ہمارے سروں میں خاک ڈال کر چلی گئی ہے"۔

"بھائی صاحب میں نے پہلے ہی کہا تھا اسے کسی کے ساتھ بھی رخصت کریں سروں سے اتاریں۔ اس کا باپ تو سال میں ایک بار آکر خیر خبر لے جاتا باقی ہمیں پریشان کر رکھا ہے۔"

"کہتا ہوں اس کے باپ سے کہ اس کا کچھ کریں"۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ پیچھے سفینہ شاطر سی ہنسی ہنسی۔ اس کی ماں کو تو مار دیا اب وردہ کی باری۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

ارمان وردہ کے تایا کا بیٹا تھا۔ وردہ کے تایا واصف سلطان صاحب اپنا بزنس چلاتے تھے اور شائستہ بیگم سارا وقت پارٹیز میں جایا کرتی تھیں یا کسی نہ کسی

دوست کے ساتھ رہتی تھیں۔ایسے میں ارمان سارا وقت اپنے دادا کے ساتھ تھا۔اس کے دادا کامل صاحب اپنی بہو کے ہر وقت باہر رہنے پر نالاں تھے۔اور چاہتے تھے کے تھوڑا وقت گھر میں بھی دے۔ایسے میں حشام سارا وقت کامل صاحب کے پاس ہی ہوتا تھا، وہ ہمیشہ اسے ایک اچھا انسان بنانا چاہتے تھے اور کامل صاحب نے ہمیشہ ارمان کو سیدھا راستہ دکھایا۔ہمیشہ غلط کو چھوڑ کر سچائی کا راستہ دکھایا۔لیکن افسوس کہ جس وقت ضرورت تھی تب وہ سبق بھول گیا۔**"اس علم کا کوئی فائدہ نہیں جو صحیح وقت پر عمل میں نہ لایا جائے"۔**

وردہ ابھی کیفے سے نکل رہی تھی جب عالیہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکا۔"یہ کیا تم صرف نقاب پہن کر پارسا بنتی ہو۔آج کل حشام بہت آگے پیچھے گھوم رہا ہے۔"عالیہ جو خود حشام سے دوستی کرنا چاہتی تھی، اسے وردہ حشام کے ساتھ کام کرتی ہوئی بلکل اچھی نہیں لگی تھی۔

"عالیہ کیا بقواس ہے یہ، ہم صرف اکٹھے کام کر رہے تھے کام ختم ہو گا تو بات بھی ختم ہو جائے گی۔"

"جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ تم جیسی گھٹیا۔۔۔" حشام جو وردہ کو ڈھونڈتے ہوئے وہاں آیا تھا اس کی بات سن کر اس کے قریب آیا۔اور عالیہ کو خاموش کروایا۔

"بس کرو عالیہ، تم ہوتی کون ہو ایسے کہنے والی۔ خبردار جو آئندہ وردہ کے بارے میں کچھ بھی الٹا سیدھا کہا۔" وردہ حیرت سے حشام کو دیکھ رہی تھی اس کو امید نہیں تھی کہ اس طرح مجمعے میں حشام وردہ کے لئے یوں سٹینڈ لے گا۔وہ مردوں کی اس قسم سے ناوقف تھی۔ لیکن وردہ خود بھی اتنی کمزور نہیں تھی۔عالیہ حشام کی بات نظرانداز کرتے مسلسل اول فول بول رہی تھی۔

"تمھاری ماں نے بھی یہی سکھایا ہو گا نہ تمہیں؟" اور یہ حد تھی۔اس سے پہلے وردہ برداشت کر رہی تھی، ابھی حشام کچھ کہتا کہ وردہ آگے بڑھی اور

زوردار تھپڑ عالیہ کے چہرے پہ لگایا اور کچھ بھی کہے بغیر وہاں سے چلی گئی۔

عالیہ اور حشام دونوں اپنی جگہ حیران کھڑے تھے۔

YOU HAVE TO PAY FOR THIS.”"

عالیہ نے گال پہ ہاتھ رکھے ہی خیال میں وردہ کو سوچ کر کہا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

حشام بھاگتے ہوئے وردہ کے پاس آیا جو یونیورسٹی گراؤنڈ میں ایک کونے میں بیٹھ کر خود کو رونے سے باز رکھ رہی تھی لیکن کچھ آنسو پھر بھی اس کے گالوں کو بھگو رہے تھے۔ حشام بھاگتا ہوا وہاں پہنچا۔اس وقت وردہ جس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی وہ شخص "حشام" ہی تھا۔

"وردہ" اس نے بے چین ہو کر پکارا۔ وردہ نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ چند لمحوں کیلیے وردہ کی سرخ ڈوروں والی آنکھیں اس کی بھوری آنکھوں سے ٹکرائیں اور حشام اس کی آنکھوں میں تکلیف دیکھ کر فورا نظریں چرا گیا۔ کچھ

لمحات خاموشی کے گزرے۔وہ اٹھ کر جانے لگی جب حشام نے پھر اسے پکارا،

"عالیہ کی باتوں کو دل پر نہ لیناوہ اسی سوچ کی مالک ہے۔"

وہ استہزائیہ مسکرائی۔"وردہ بھی اتنی کمزور نہیں ہے کہ ہر ایرے غیرے کی باتوں کو دل پر لگا کر بیٹھ جائے۔"اسے حیران چھوڑ کر وہ آگے نکل گئی اور وہ پیچھے رہ گیا،ہمیشہ وہی تو پیچھے رہ جاتا تھا۔

"حشام کدھر ہو؟خیر جدھر بھی ہو جلدی پہنچو"۔حارث نے ایک ہی بات کر کہ کال بند کر دی اور حشام ہیلو ہیلو ہی کرتا رہ گیا۔حشام کو حارث بہت پریشان لگا اور وہ کچھ ہی منٹوں میں وہ حارث کی بتائی ہوئی جگہ پر موجود تھا۔

"آہ!کب سے انتظار کر رہا تھا،اب جا کہ تو پہنچا ہے۔"

"حارث مجھے لگا کوئی پریشانی ہے،اور میں اسی لئے افرا تفری میں آیا ہوں"۔

وہ باقاعدہ اس پہ غصہ تھا۔"ویسے میں نے سنا تھا پاکستان میں گدھے آنا بند ہو

گئے ہیں تم کدھر سے آ گئے ہو؟" حارث نے اس کی بات پہ اچھا خاصہ منہ بنایا۔

"اچھا سن میں نے بابا کے دوست کی بھانجی کے لئے رشتہ بھیجا تھا اس نے انکار ہی کر دیا میں نے کونسا اسے قید کر دینا تھا"۔ وہ مصنوعی افسوس سے سر ہلا رہا تھا۔

"حارث تو کسی لڑکی کے بارے میں سیریس نہیں ہوتا، اب بھی اگر سیریس نہیں ہے تو محض اپنے مزے کے لیے کسی لڑکی کی بددعا نہ لینا، کیوں کہ ایک اصل مرد ہی عورت کی عزت کر سکتا ہے۔" حشام اسے ہمیشہ سمجھاتا تھا لیکن حارث ایک کان سے سنتا اور دوسرے سے نکال دیتا تھا۔

"سیریس کا تو نہیں پتا لیکن یہ پتا ہے کہ ہی بھی انکار کر چکی ہے، خیر یہ نہیں تو کوئی اور صحیح۔"

اسلام علیکم !.

اگر آپ بھی لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اسے دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم فراہم کر رہے ہیں آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم جو آپ کے لکھی ہوئی پوسٹ کو دنیا تک پہنچائیں گا۔

اپنا ناول، ناولٹ، آرٹیکل، افسانہ، شاعری یا کچھ بھی لکھا ہو پبلش کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ہم سے رابطہ کریں۔

Mklibrary13@gmail.com

اس کے علاوہ آپ ہمارے انسٹا گرام اور واٹس ایپ پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

What's up Number: +92-3144810202

Instagram:mklibrary.official

"جب خدا شرم بانٹ رہا تھا تب تو کدھر تھا؟" حشام نے اسے شرم دلانی چاہی۔ "میں تو تجھے ڈھونڈ رہا تھا اور پھر دیکھ ہم دونوں ہی رہ گئے"۔ وہ کھل کر ہنسا اور حشام کانوں کو ہاتھ لگاتا آگے نکل گیا۔

"ماہا آج ذرا دیر تک کیفے میں بیٹھیں گے آج میرا کلاس لینے کا دل نہیں کر رہا"۔اور ماہا تو اسی انتظار میں تھی وہ فوراً مان گئی۔وہ دونوں بچپن سے اکٹھی تھیں اور ماہا نے ویسے بھی کبھی وردہ کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔**دوستی کا لفظ لکھا جائے اور ماہا کا نام نہ لکھا جائے، ناممکن ہے۔**ابھی ماہا کیفے سے چیزیں لینے گئی تھی اور وردہ پیچھے اکیلی بیٹھی تھی۔

اسی وقت تین لڑکے وردہ کی ساتھ والی کرسی پہ آکر بیٹھے حلیے سے وہ خاص آوارہ لگ رہے تھے، پھٹی ہوئی پنٹس، کھلے گریبان اور گلے میں لٹکتی ہوئی چین، وردہ پہلے تو اٹھ کر جانے لگی لیکن پھر ایک لڑکے نے اسے پکارا۔

"ارے ارے کہاں جا رہی ہو، تمہارے لئے ہی تو آئے ہیں کبھی ہم سے بھی بات کر لیا کرو۔"ان میں سے ایک لڑکے نے پوری بتیسی دکھاتے ہوئے وردہ سے کہا صرف اتنا ہی نہیں اس نے وردہ کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی۔

وردہ پہلے تو اس کا ہاتھ جھٹک کر کھڑی ہوئی اور پھر اپنی بوتل کا ڈھکن کھول کر

سارا پانی اس لڑکے پر ڈال دیا۔ باقی کے دو لڑکے حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

حشام جو کچھ دور اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا وردہ کو اس طرح لڑکوں سے الجھتے دیکھ کر وہیں آگیا، اتنی دیر میں ماہا بھی وہاں پہنچ گئی تھی، کیفے میں کافی لوگ اس طرف متوجہ ہو چکے تھے۔اس بھیگے ہوئے لڑکے نے پہلے اپنی بھیگی شرٹ دیکھی اور ایک دم غصے سے اٹھ کر وردہ پہ چلانے لگا، حشام دونوں کے درمیان آیا اس سے پہلے کہ وہ لڑکا وردہ پہ جھپٹتا، حشام وردہ کو کھینچ کر کیفے سے باہر لایا،

"آپ نے انہیں جانے کیسے دیا؟ ابھی میں ان کا سر کھول کر آتی ہوں، ہمت کیسے ہوئی ان کی؟" وہ غصے سے لال ہو رہی تھی۔

"وردہ ایسے لوگوں سے اسی طرح ڈیل کرتے ہیں۔" وہ اسے نظر انداز کرتی آگے جانے لگی جب اس نے پھر پکارا۔"وردہ انسان کو اتنا جزباتی بھی نہیں

ہونا چاہئے کہ اپنا نقصان ہی کر بیٹھے۔" حشام کو وہ ایک ڈرپوک سی لڑکی لگتی تھی لیکن وہ تو اکیلی تین تین لڑکوں سے لڑنے کھڑی تھی۔

"آپ تو جھانسی کی رانی نکلیں۔" وہ اسے گھور کر دیکھنے لگی تو وہ گڑبڑا کر سیدھا ہوا۔ وہ جانے ہی لگی جب حشام نے پکارا۔ اب کی بار وہ اکتا کر پلٹی۔

"جی، اب کیا ہے؟" لہجہ کافی روکھا تھا۔

"وردہ تمیز سے بات کرو" ماہا نے اسے آنکھیں دکھائیں۔" وہ دراصل میں آپ کے گھر اپنے والدین کو بھیجنا چاہتا ہوں۔۔۔ آ آ آ۔۔۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو؟"

"وہ پریشان سی ہو گئی، اسے کیا بتاتی کہ اس کا تو کوئی گھر نہیں وہ تو خود ہاسٹل میں رہتی تھی۔" آپ فکر نہ کریں میں آپ کو اس کی خالہ کا ایڈریس دیتی ہوں۔"

"ماہا؟" ماہا نے وردہ کی جگہ جواب دیا، اور وردہ کو آنکھوں سے ہی پر سکون رہنے کا اشارہ کیا۔

"وردہ تم؟"سفینہ اسے دیکھ کر حیران تھیں۔

"کیوں اچھا نہیں لگ رہا نہ میرا آنا؟ خیر بتانے آئی تھی کہ۔۔۔"وردہ کی بات ماہا نے کاٹی جو وردہ کے ساتھ ہی ادھر آئی تھی۔

"آنٹی دراصل میرا ایک دوست وردہ کو پسند کرتا ہے وہ اس کا رشتہ لینے آپ کے گھر آنا چاہتا ہے،اپنے والدین کے ساتھ،آپ بتا دیں اسے کب کا کہوں؟"

ماہا کی وجہ سے سفینہ وردہ کے ساتھ صحیح سے پیش آ رہی تھیں۔ماہا کی بات سن کر وہ مشکل سے مسکرائیں اور اسے اگلے ہفتے لانے کا کہا۔دیکھتے دیکھتے وردہ اور حشام کی منگنی اگلے ہفتے قرار پائی۔

"بھائی صاحب بس جلد از جلد وردہ کو ہمارے سروں سے اتاریں، تھوڑا سا سامان دے کر رخصت کریں گے"۔سفینہ بیگم سفاکی سے بولیں۔فاخر

صاحب نے صرف ہنکارا بھرا۔ "لمبا چوڑا فنکشن بھی نہیں رکھیں گے۔" وہ دونوں اپنی طرف سے پورا منصوبہ بنا بیٹھے تھے۔

وہ ملگجے سے حلیئے میں سلوٹوں بھرے لباس میں سر دونوں ہاتھوں میں گرائے شکست خوردہ حالت میں صوفے پر بیٹھا تھا۔ بکھرے ہوئے بال، تھکا تھکا انداز، چہرے پہ چھائی اداسی اسے مزید مظلوم دکھا رہا تھا۔

"ارمان بیٹے اب تو اسے بھول جاؤ اب تو اس کی شادی ہونے والی ہے، جمعہ کو اس کا نکاح ہے۔"

"کیا؟" نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، میں اس کے پاس جاؤں گا اور اس سے معافی مانگوں گا وہ مجھے معاف کر دے گی۔۔۔" اس کو دیکھ کر کسی پاگل کا گماں ہوتا تھا۔ وہ اب کسی اور کے نصیب میں لکھی جارہی تھی اور نصیب کا لکھا کون ٹال سکتا ہے؟ شائستہ بیگم کو بے اختیار اپنے بیٹے پر ترس آیا تھا۔

رات کا وقت تھا ہر سو اندھیرا پھیلا تھا، پانی کی لہروں کا شور سمندر کا پتا دے رہا تھا۔اور وہ تن تنہا سمندر کے کنارے ریت پر بیٹھا وردہ کے ساتھ اپنی ملاقات یاد کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا وردہ اتنی آسانی سے بھولتی نہیں لیکن اسے اتنا یقین تھا کہ وہ کزن ہونے کے ناطے ضرور اسے معاف کرے گی۔ آج ارمان وردہ کے پاس معافی مانگنے گیا تھا اور وردہ کا جواب سن کر وہ مزید ہمت ہار گیا تھا۔

صبح کا وقت:

وردہ بیٹھ کر اپنا کام مکمل کر رہی تھی جب دروازے پہ دستک ہوئی۔ وہ اپنی کتابیں ایک طرف کرتی اٹھی اور جا کر دروازہ کھولا۔ سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اس کے چہرے پر ایک زخمی سا تاثر واضح ہوا۔

"اندر آنے کا نہیں کہو گی؟" مقابل کی بات سن کر وہ ایک طرف ہوئی اور اسے اندر لائی۔ "ارمان جو بات کرنی ہے جلدی کرو، مجھے اور بھی بہت کام ہیں۔" اس کی بے رخی دیکھ کر ارمان کے دل میں کچھ چبھا تھا۔

"اتنی نفرت کرنے لگ گئی ہو؟ ہم تو کبھی اچھے دوست ہوا کرتے تھے نہ؟ مجھے معاف نہیں کر سکتی؟۔۔۔" وردہ پلٹی اور اس کی بات کاٹی،

"دوست ہوا کرتے تھے، جب مجھے اس گھر سے نکالا گیا تھا تو میں دوستی، محبت اور نفرت سب ختم کر کہ آئی تھی، محبت تو تھی نہیں اور نفرت پال کر میں کیا ہی کر لوں گی، میری ماں نے اپنے آخری وقت میں کہا تھا کہ معاف کرنے میں دیر مت کرنا یہ ہمارے رب کی صفات میں سے ایک ہے۔ جاؤ میں نے تم سب کو معاف کر دیا ہے۔" اب وہ کچھ بھی کہنے کے قابل نہیں رہا تھا، کہہ بھی کیا سکتا تھے؟ وہ انھیں قدموں پر واپس گیا جن پر چل کر آیا تھا ہاں فرق تھا نہ، چال کا فرق۔

موجودہ وقت:

اس کے حواسوں پر صرف وردہ سوار تھی۔ وہ وہاں سے اٹھا اور گھر کی جانب چل پڑا۔ ارمان نے اسے اس وقت چھوڑا تھا جب وہی اس کا واحد سہارا تھا۔

ایک چیز اسی وقت اچھی لگتی ہے جب اس کی ضرورت ہو۔بعد میں یا تو وہ اسراف ہوتی ہے یا اس چیز کی گنجائش نہیں رہتی۔

وہ اور حشام اس وقت رسٹورنٹ میں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ حشام وردہ کو شاپنگ کروانے لایا تھا اور اسی وقت وردہ نے اپنے سارے خدشات، ڈر، خوف، اپنا ماضی سب کچھ اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا تھا۔اب مستقبل اس کے ساتھ تھا تو ماضی کیوں چھپانا اور اگر مستقبل گزارنا ہی ہے تو صرف "گزارنا" ہی نہیں "جینا" ہے۔ حشام نے بھی اسے اپنی طرف سے پوری تسلی کروادی تھی اور اس کو بھی کچھ حد تک تسلی ہو گئ تھی۔

"کیا کھاؤ گی؟" اس نے ایک دم سے پوچھا۔

"چاکلیٹ سے بنا کچھ بھی۔" وہ سر جھکا کر دھیما سا مسکرا دیا۔اور اس کا اس طرح سر جھکا کر مسکرانے پر ہی وردہ کا دل بھی اس کے لئے پگھلا تھا۔"کم

چاکلیٹ کھایا کرو لڑکی۔" حشام کی بات سن کر اسے ماضی میں ماہا کے ساتھ گزارا ہوا وقت یاد آیا۔

کچھ عرصہ پہلے:

"دیکھو پھر چاکلیٹ کھا رہی ہو، وردہ ہر چیز کی زیادتی بھی اچھی نہیں ہوتی۔" اس نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

"اوہ، ماہا تم نے تو میری آنکھیں کھول دیں۔" اس نے ایسے کہا جیسے ماہا نے بہت پتے کی بات بتائی ہو۔

"مطلب تم اب نہیں کھاؤ گی؟" وہ بہت خوشی سے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں اب آنکھیں کھول کر کھاؤں گی۔" وردہ پھر سے چاکلیٹ کھانے میں مصروف ہو گئی جب کہ ماہا صرف اسے گھور کر رہ گئی۔ مجال ہے جو یہ لڑکی کبھی سیریس ہو جائے۔

موجودہ وقت:

"کہاں کھو گئی؟ کیا تم بھی ڈے ڈریمنگ کرتی ہو؟" وہ سر جھکا کر دھیما سا مسکرا دی۔

"نہیں نہیں ایسے ہی بس۔"

وردہ نے حرف بہ حرف ماہا کو ساری بات بتا دی، وہ اب کافی پر سکون لگ رہی تھی۔ ماہا نے اس کا خوشی سے تمتماتا چہرہ دیکھ کر دل ہی دل میں اس کے لیے ڈھیروں خوشیوں کی دعا مانگی۔

"اللہ تمہاری خوشی سلامت رکھے، آمین! چلو اب چلتے ہیں ہم پہلے ہی کافی لیٹ ہو چکے ہیں۔" وہ دونوں جیسے ہی وہاں سے نکلیں سامنے ایک بچے کو دیکھا جو پھول بیچ رہا تھا اور لڑکیاں بہت شوق سے اس سے پھول خرید رہی تھیں۔ اس کے کانوں میں ماں کی آواز گونجی۔ **"بیٹا وردہ تم بھی میرا ایک پھول ہو، خدا تمہیں ہمیشہ کھلا رکھے۔ آمین!"** یہ سوچ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ **"اب ہر پھول کی قسمت ایک سی کہاں؟"** وردہ کہاں کھو گئی ہو

چلو بھی۔ہاں چلو۔۔۔وہ دونوں باتیں کرتی آگے جا رہی تھیں یوں لگ رہا تھا کہ ایک مسلسل ڈانٹ رہی ہے اور دوسری مؤدب انداز میں صرف سر ہلا رہی ہے دو وجود آگے بڑھ رہے تھے اور آوازیں مدھم ہو رہی تھیں۔

رات کا وقت تھا کمرے میں ہر سو اندھیرہ تھا،اے سی کی ٹھنڈک نے کمرے کی فضا کہ مزید ٹھنڈا کر دیا تھا،گھڑی رات کا ڈیڑھ بجا رہی تھی اور بیڈ پر ایک انسان سویا پڑا تھا۔اچانک فون کی رنگ نے اس کی نیند میں خلل ڈالا تھا۔

اس نے فون اٹھا کر دیکھا تو اس پر 'حارث کالنگ' لکھا آ رہا تھا،وہ ایک دم سے پریشان ہو کر اٹھا۔حارث رات کے اس وقت کال کر رہا تھا ضرور کوئی پریشانی تھی،حارث مشکل میں تھا یہ سوچ کر ہی وہ بے چین ہو گیا تھا۔

"ہیلو حارث ، ٹھیک ہو ؟ کیا ہوا؟ سب ٹھیک ہے نہ ؟ تم ٹھیک تو ہو نہ ؟" حشام نے ایک ہی سانس میں اس سے اتنے سوال کر لیئے تھے۔

"ہاہ، حشام کیا ہوا؟" وہ جمائی لیتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ "وہ تو مجھے نیند نہیں آ رہی تھی تو سوچا تجھ سے بات کرلوں۔ تو بزی تو نہیں تھا نہ؟" "آہ، اتنی معصومیت؟

"نہیں نہیں میں تو رات کے وقت میں کرکٹ کھیل رہا تھا آجا تو بھی، نہیں مجھے بتا میں تو تیری محبوبہ ہوں نہ، نیند نہ آئی تو مجھ سے بات کرلی؟" وہ کافی غصے میں تھا۔ "ہاں محبوبہ سے یاد آیا، میں نے تیرے لیے بھابھی ڈھونڈلی ہے بہت جلد ملواؤں گا۔ چل اب آنکھیں بند کر نیند آجائے گی۔"

"سچ بتا کون ہے؟ مجھے ملوانہ!" حارث کو جیسے صرف یہی بات سمجھ آئی ہو۔

"نہیں ابھی نہیں، پھر کبھی۔" اس نے جیسے ٹالا۔

"حشام میرا دل پتا ہے کیا کر رہا ہے؟" حشام متجسس ہوا۔ "کیا کر رہا ہے؟"

"دھڑک رہا ہے۔" قہقہ! اب حد تھی۔ "ہو گیا تیرا؟"

"نہیں ابھی نہیں، کام کی بات سن میں ایک، دو ماہ کے لئے لاہور جا رہا ہوں کام سے۔"

"کیا؟ پر میری شادی کا کیا؟" حارث نے بھی ابھی ہی لاہور جانا تھا۔

"پکا تیری شادی پہ نہ صحیح ولیمہ پہ ضرور آوں گا۔" حشام اب ناراض ناراض سالگ رہا تھا۔ وہ کال بند کر کہ سونے کے لئے لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کرنے لگا کہ دولال آنکھیں اس کے سامنے آئیں اور وہ بے اختیار ہی مسکرا اٹھا۔ اسے سوچتے ہی وہ سو گیا۔

وہ گہرے جامنی رنگ کے ساتھ ہلکے جامنی رنگ کے سکارف کے ساتھ پورے اعتماد کے ساتھ ہال میں سٹیج پر کھڑی پریزنٹیشن دے رہی تھی۔ اس کا زیرِ بحث موضوع "انزائٹی اور ڈپریشن" تھا۔ **"تو انزائٹی اور ڈپریشن دو ایسی چیزیں ہیں جو ہر نارمل انسان کو ہو سکتی ہے، آج کے زمانے میں یہ ہونا بہت بڑی بات نہیں ہے۔ اور اگر انسان یہ سوچ کر سٹیپ بیک کرتا ہے کہ اس کے علاج کروانے سے لوگ اسے پاگل سمجھیں گے تو یہ اس کی بہت بڑی، غلطی ہے اس کی ذہنی حالت مزید بگڑے گی اور کہنے والوں پر کوئی اثر نہیں ہو**

گا۔اس طرح وہ مزید ڈپریشن کا شکار ہو سکتا ہے۔" وہ بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولتی تھی،ایسے کہ سننے والے محو ہو کر سنتے تھے۔"ڈپریشن اور انزائٹی کا کوئی مکمل نہیں ہے لیکن سپیچ تھیرپی سے اس کو کم کیا جاسکتا ہے، ایسا نہ ہو تو ایک انسان اپنی یادداشت کھو سکتا ہے اور اس طرح سے مسائل کم ہونے کے بجائے مزید بڑھ سکتے ہیں،اور اس طرح ذہن میں منفی سوچیں جنم لیں گی،جو بڑھیں گی تو ختم کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔اور وہ منفی سوچیں نہ صرف آپ پر بلکہ آپ کے ماحول اور ارد گرد پہ بھی اثر کریں گی۔

وہ ذرہ سی دیر کے لئے رکی تو ہال میں بیٹھی لڑکی نے ہاتھ کھڑا کیا۔"جی؟"""
میرا ایک سوال ہے،ہم نیگیٹوٹی کو کیسے ختم کر سکتے ہیں؟"وہ سوال سن کر مسکرائی۔"گڈ کویسچین۔اس نے ایک لمبا سانس لیا اور بولنا شروع کیا،

"پہلے تو یہ دیکھیں کے وہ منفی طاقت جو آپ نے ختم کرنی ہے وہ آپ کے خود اندر ہے یا آپ کے ماحول میں ہے؟ماحول میں تو ہر صورت ہوتی ہی ہے، البتہ آپ اپنے اندر آسانی سے ختم کر سکتے ہیں،پہلے آپ کو خود میں ختم کرنی

ہے۔پہلا قدم خود کی اصلاح کا ہوتا ہے اور یہ پہلا قدم ہی مشکل ہوتا ہے۔یہ پہلا قدم اٹھ گیا تو سمجھیں آسانی ہے،میں آپ کو ایک پریکٹکل تھیرپی بتاتی ہوں۔پہلے تو یہ کہ ہر تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں آپ اپنے وزن پر،اپنی ٹانگوں پر صرف ظاہری طور پر چلتے ہیں اصل میں یہ آپ کا دماغ ہے جو آپ کو کنٹرول کرتا ہے اور آپ اسے،آپ اپنے دماغ کو جو سمجھائیں گے وہ وہی کرے گا۔کسی بھی چیز کو آپ کس رخ سے دیکھتے ہیں یہ آپ کی سوچ پہ منحصر ہے،کہ آپ اس کا منفی پہلو دیکھتے ہیں یا مثبت پہلو!آپ کی سوچ آپ کی عکاسی کرتی ہے۔

ہاں،خود کی منفی طاقت ختم کرنے لئے آپ ایک "جار" لیں،اسے کسی ایسی جگہ،الماری،کسی بھی ڈرار میں رکھیں جس کا صرف آپ کو پتا ہو۔آپ صبح اٹھیں،نماز پڑھیں،کوئی آپ کی تعریف کرے،آپ کسی کی مدد کریں،آپ کوئی نیکی کریں،آپ کے نمبر زاچھے آیئں،یا کچھ بھی اچھا ہو،آپ کچھ بھی اچھا کام کریں،گھر آکر ایک نوٹ پر لکھیں اور اسے اس جار میں رکھ لیں،

مجھے پورا یقین ہے کہ وہ ایک ہفتے تک بھر جائے گا، جب وہ پورا بھر جائے تو اسے اکیلے میں کھول کر پڑھیں، آپ کو اندازہ ہو گا کہ آپ پر اللہ کی کتنی نوازشات ہیں۔ مایوسی، اداسی، ناشکری، ناامیدی آپ کی زندگی سے کم ہو گی۔ اٹھتے بیٹھتے اللہ کا شکر ادا کیا کریں۔ خود کو اچھی چیزوں میں مصروف کریں۔ آپ کی منفی طاقت ختم ہو گی تو آپ ماحول کی ختم کریں گے نہ؟ ہو نہہ؟"اس کی ہر بات میں اثر تھا۔ انہی لوگوں میں ایک فرد حشام سلطان بھی موجود تھا جو بہت محویت سے اسے سن رہا تھا۔

اپنی ماں کی آخری بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے وہ اپنے ددھیال پہنچی تھی۔ ابھی وہ دروازہ کھٹکھٹاتی کہ اندر سے شائستہ بیگم کی آہستہ آہستہ رونے کی آواز آ رہی تھی۔ "پتا نہیں وہ زندہ بھی ہو یا نہیں۔"

"نہیں نہیں ایسے نہیں کہیں آپ اسے ڈھونڈیں تو صحیح، کیا پتا مل جائے۔"

وہ یہ سن کر غصے میں آئے۔ "تمیں کیا لگتا ہے کہ میں نے اسی نہیں ڈھونڈا؟

جب کچھ عرصے کے لئے پاکستان سے گیا تھا تب ہی بس نہیں تلاش کر سکا، چودہ سال گزر گئے ہیں۔ پتا نہیں حشام کہاں گیا ہو گا؟"

باہر کھڑی وردہ سن ہو گئی، اس نے ہمیشہ ہی شام سنا تھا، آج حشام سن کر وہ دل سے دعا کر رہی تھی کہ اس کے خیال سچ نہ ہو۔ وردہ ان کی باتوں میں اتنی گم تھی کہ اسے پتا ہی نہیں چلا کہ ارمان کب اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہوا۔

"وردہ تم؟ اندر آ و نہ۔" ارمان کی آواز پر اندر بیٹھے دونوں لوگ چونکے اور ارمان تو کافی خوش تھا۔ "وردہ" پہلے تایا ہوش میں آئے۔

"میں زیادہ وقت نہیں لوں گی آپ کا، بس یہ بتانے آئی ہوں کہ جمعے کو میری شادی ہے، آیئے گا ضرور۔ یہ دعوت نامہ رکھ کر جا رہی ہوں۔" وہ ارمان کا چہرہ دیکھ کر چلتی بنی۔ چلتے چلتے وہ رکی، گہرا سانس لے کر پلٹی، اور باری باری اپنی تائی اور تایا کا چہرہ دیکھا، جن پہ کوئی تاثرات نہ تھے، اس کے اندر کچھ چھن سے ٹوٹا، لیکن وہ نظر انداز کر کہ آگے چلی گئی۔ اور ارمان پیچھے زلزلوں کی زد

میں تھا، کیا وہ واقعی شادی کر رہی ہے؟ اسے تو لگا تھا کہ شائستہ بیگم صرف اسے بہلانے کو وردہ کی شادی کا کہہ رہی ہیں۔

وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے سڑک پر پیدل چل رہی تھی، آج راستہ معمول سے زیادہ لمبا لگ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں بار بار حشام کا نام چل رہا تھا، کیا واقعی ایسا تھا؟ حشام سلطان، واصف سلطان، یہ اس نے کیوں نہیں سوچا تھا؟ خود وہ اپنے نام کے ساتھ سلطان کے بجائے اپنے باپ کا نام لیکھے ی تھی۔
اس کہ ذہن میں حشام کی بات یاد آئی کہ جب اس نے بتایا تھا کہ اس نے اپنا بچپن آرفن ہاوس میں گزارا تھا اور پھر اپنی پڑھائی کہ ساتھ جاب کر رہا تھا۔ یہ بات حشام نے اسے تب بتائی تھی جب وردہ نے اسے اپنے بارے میں سب بتایا تھا۔ "وردہ میں آٹھ سال کا تھا جب ہسپتال سے گم ہوا تھا، کون لوگ مجھے یتیم خانے چھوڑ کر گئے میں نہیں جانتا لیکن میں نے اپنا نام بھی نہیں بدلا اور اپنے ماں باپ کو ڈھونڈا جب ان کے ملنے کی کچھ امید ملی تو پتا چلا کہ وہ لوگ

پاکستان سے چلے گئے ہیں، پھر میں نے بھی کوشش ترک کردی۔"اس نے حشام کے والد کا نام نہیں پوچھا تھا،اب سوچ رہی تھی کہ پوچھ لینا چھاہیے تھا۔اسے اب حشام سے بات کرنی تھی۔ کہیں دل کے کسی کونے میں دعا بھی کررہی تھی کہ یہ وہ حشام نہ ہو۔

واپس وردہ کے تایا کے گھر آؤ تو ارمان جوں کا توں کھڑا تھا،اپنی ماں سے شکوہ کررہا تھا۔اسے روکنا چھاہیئے تھا نہ،اسے پھر جانے دیا،وہ پھر کمزور پڑ گیا،اس کی محبت پھر کمزور پڑ گئی تھی۔ **پس ثابت ہوا محبت میں صدق نہ ہو تو محبت نہیں ملتی۔**

وردہ اور حشام اس وقت آمنے سامنے بیٹھے تھے۔کیفے میں ہر طرف بہت شور تھا لیکن ان کے درمیان خاموشی تھی، گہری خاموشی!

حشام سن بیٹھا تھا، اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ سامنے بیٹھی لڑکی کا شکر گزار ہو یا کیا کرے؟ ہوا وہی جس کا وردہ کو ڈر تھا۔ اسے لگا جیسے حشام کی آنکھوں میں آنسو تھے، وردہ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ واقعی بھیگی آنکھیں لئے اس کی طرف دیکھ رہا تھا، اس کے چہرے پر کیا تھا وہ سمجھ نہیں پائی۔ ہونٹ آپس میں پیوست تھے اور گہری بھوری آنکھیں اس وقت کرب کا شکار تھیں۔

وہ کالی ہوڈی جس کا ہڈ پیچھے کو گرا ہوا تھا اور سفید پینٹ میں ملبوس تھا۔ ہمیشہ کی طرح وجیہہ دکھتا شخص آج تکلیف میں تھا۔ حشام کرسی سے اٹھا اور جس خاموشی سے آیا تھا اسی خاموشی سے کیفے سے باہر نکل گیا۔ آج پیچھے رہ جانے والی وردہ تھی، کچھ تو بدلا تھا کہ پیچھے رہ جانے والا بھی بدل گیا تھا۔

وقت اپنی رفتار سے گزر رہا تھا، پانچ سے سات دن گزر گئے تھے اور حشام کا کچھ اتا پتا نہیں تھا، وردہ اسے مسلسل کالز کر رہی تھی لیکن جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔ وہ ابھی تک شاک میں تھا۔

اسلام علیکم !.

اگر آپ بھی لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اسے دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم فراہم کر رہے ہیں آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم جو آپ کے لکھی ہوئی پوسٹ کو دنیا تک پہنچائیں گا۔

اپنا ناول، ناولٹ، آرٹیکل، افسانہ، شاعری یا کچھ بھی لکھا ہو پبلش کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ہم سے رابطہ کریں۔

Mklibrary13@gmail.com

اس کے علاوہ آپ ہمارے انسٹا گرام اور واٹس ایپ پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

What's up Number: +92-3144810202

Instagram:mklibrary.official

اس نے ہر بات حارث کو بتادی تھی، وہ خوش بھی تھا کہ اس کی شناخت سلامت ہے لیکن اسے یہ بات بھی پریشان کررہی تھی کہ اس کے ماں باپ اسی کے ملک میں رہتے تھے، اسی کہ شہر میں تھے لیکن آج تک انہیں اس کا خیال نہیں آیا تھا کیا؟

اگر وہ ایک دفعہ وردہ سے بات کرلیتا تو وہ اسے بتادیتی کہ کس طرح وہ بچپن سے اسی کے بارے میں سنتی آئی ہے، اس کی بچپن کی باتیں، عادات، ہر حرکت اسے زبانی یاد تھی۔ لیکن سارا مسلہ ہی تو بات کرنے کا تھا، اگر وہ کرلیتا تو یوں بدگمان نہ ہوتا۔

چودہ سال پہلے:

آج 23 جنوری کو وردہ کی سالگرہ تھی۔ سب بہت خوش تھے، عاصم سلطان صاحب، واصف سلطان، آصفہ بیگم اور شائستہ بیگم بھی بہت خاش تھے۔

ارمان جو وردہ سے دو سال بڑا تھا اور حشام جو وردہ کا ہم عمر تھا، وہ تینوں بہت

خوش تھے۔ سردیوں کے دنوں کی ہلکی ہلکی دھوپ کہ ساتھ ہوا چل رہی تھی۔ وردہ ہلکے جامنی رنگ کی پھول دار فراک پہنے گڑیا سی معلوم ہوتی تھی۔اور دونوں بچے ڈینم کی جینز کے ساتھ ایک جیسی شرٹس پہنے ہوئے تھے۔وہ تینوں بچے چھپن چھپائی کھیلنے میں مصروف تھے کہ وردہ گھر کی دوسری منزل کے ٹیرس پر بنے چھوٹے سے کمرے میں چھپنے گئی۔ آصفہ بیگم نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تو فوراً اس کے پیچھے گئیں کیوں کہ اوپر کی منزل زیادہ تر بند ہونے کی وجہ سے گندی رہتی تھی۔انہیں اوپر جاتے دیکھ کر وہ ایک کمرے میں چھپ گئی، جس کمرے میں گندگی اور اندھیرہ بہت تھا۔ آصفہ کو وردہ نہ ملی تو واپس نیچے چلی گئیں اور وردہ اوپر حشام اور ارمان کا انتظار کرنے لگی۔نیچے سب مہمانوں کے ساتھ تھے اور اوپر وردہ اندھیرے کمرے میں گھبرا کر چیخنے لگی نیچے شور ہونے کی وجہ سے کوئی اس کی آواز نہ سن سکا تھا وہ مسلسل چیخ رہی تھی کہ اس آٹھ سالہ بچی کی ہمت جواب دینے لگی تو وہ وہیں

بیٹھ گئی دھول مٹی سے اس کو سانس لینے میں مسلہ ہو رہا تھا اور دیکھتے دیکھتے وہ بچی بے ہوش ہو گئی ابھی ایک گھنٹا گزرا تھا کہ ارمان بھاگتا ہوا آیا۔

"چچی جان۔ وردہ مل نہیں رہی،اوپر والی منزل پر چھپنے گئی تھی۔۔وہ میں نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا"۔اس نے ایسے بتایا جیسے اس کی چوری پکڑی جائے گی۔ "اب تک وہ نیچے نہیں آئی اور ہمیں ملی بھی نہیں"۔سب پریشانی سے اوپر گئے تو دیکھا کہ ایک کمرے کا دروازہ بند تھا۔آصفہ بیگم نے دروازہ کھولا تو وردہ کو بے ہوش دیکھ کر وہ چیخ اٹھیں۔واصف صاحب فوراً اس طرف آئے۔انہوں نے فوراً وردہ کو اٹھایا اور گاڑی میں بٹھا کر ہسپتال لے گئے۔ دوسری گاڑی میں وردہ کے تایا اور تائی کے ساتھ حشام بھی موجود تھا۔اور یہ وہ دن تھا کہ جب حشام کا اس خاندان میں آخری دن تھا۔

وردہ خوف کی وجہ سے بے ہوش ہوئی تھی اور اب وہ خطرے سے باہر تھی۔ وہاں حشام بیٹھے بیٹھے جب تھک گیا تو اٹھ کر ہسپتال کے ایک کونے میں جا کر باہر نکل گیا۔پیچھے جب وردہ کو گھر لے جانے کی اجازت ملی تو اس وقت حشام

ہسپتال میں کدھر تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔اسے ڈھونڈتے رہے لیکن وہ نہ ملا۔ رات کا وقت تھا جب وہ لوگ گھر آئے تھے۔سب مہمان جا چکے تھے،خوشی کا دن اچانک غم کی رات میں ڈھل گیا تھا،ارمان بھی اپنے بھائی کو نہ پا کر پریشان ہو گیا تھا۔پھر وہ دن تھا جب شایستہ بیگم کے دل میں وردہ کے لئے نفرت پیدا ہوئی تھی۔اس دن کے بعد سے ہر روز وردہ کے بابا اور تایا حشام کو کھوجنے نکلتے لیکن بے سود۔

جس رات کو حشام گما تھا تب وہ ہسپتال سے نکل کر ایک پارک میں گیا اور رستہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے رو رہا تھا کہ ایک عورت نے آکر اس سے وجہ پوچھی۔نمبر حشام کو یاد نہیں تھا اور راستوں کے معاملے میں وہ بہت کچا تھا۔ اس عورت کو صرف ایک یہی حل نکلا کہ وہ اس بچے کو کسی یتیم خانے میں بھجوا دے۔اس یتیم خانے میں اسے رہتے ہوئے روز یہی خیال آتا تھا کہ اس کے ماں باپ اسے لینے آئیں گے۔

واصف سلطان جس دن اسے یتیم خانے میں ڈھونڈنے گئے تب انہیں ذرہ سی امید ملی جب وہاں ایک ملازم نے بتایا کہ ایک نیا بچہ آیا ہے لیکن جب اس بچے کو لایا گیا تو پتا چلا کہ وہ کوئی اور بچہ تھا، واصف سلطان مکمل مایوس ہو چکے تھے۔

شایستہ بیگم کے دل میں وردہ کے لئے نفرت دن بہ دن بڑھتی ہی جا رہی تھی اور ایک طرف حشام بھی نہیں مل رہا تھا۔اس دن سے پریشانیوں نے اس گھر کا راستہ دیکھ لیا تھا اور دن بہ دن عاصف سلطان کی فیملی کا اس گھر میں رہنا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔عاصم سلطان اپنی بیوی اور بیٹی کو لے کر ایک الگ گھر میں آ گئے تھے لیکن حشام کی کھوج ابھی بھی جاری تھی۔

حشام نے اپنا اصل اسی کو مان لیا اور وہیں سے اپنی زندگی دوبارہ شروع کی۔ وہاں اس کا سکول میں داخلہ ہوا، سکول کی پڑھائی سے لے کر کالج تک اس نے وہاں پڑھا اور کالج میں اس کی ایک لڑکے سے ملاقات ہوئی جس کا نام حارث تھا۔

ان دونوں کی دوستی دن بہ دن بڑھتی ہی چلی گئی۔ حشام کا حارث کے گھر کافی آنا جانا ہوتا تھا۔اب کہ جب کالج ختم ہوا تو حشام نے ساتھ خود کام کرنا شروع کیا۔حارث کے ابو کے بزنس میں ہونے کی وجہ سے حشام نے ان سے بہت کچھ سیکھا تھا،ان دونوں نے مل کر حارث کے ابو کے بزنس میں مدد کروانی شروع کی،اب یوں تھا کہ وہ دونوں کام کے ساتھ ساتھ پڑھائی بھی کرتے تھے۔ حشام نے اپنا ایک الگ سے گھر خرید لیا۔

وہ حارث کے والدین کو ہی اپنے والدین کی طرح مانتا تھا اور اسی لئے اس نے ان دونوں کو بھی حارث کی طرح امی،ابو کہنا شروع کر دیا۔ابھی وہ یونیورسٹی کے دوسرے سال میں تھا جب حشام کسی ضروری کام سے فون پر کال میں مصروف تھا کہ کوئی لڑکی آکر اس سے ٹکرائی اور بنا اس کی طرف دیکھے آگے نکل گئی تھی۔

موجودہ وقت:

آج ایک ہفتے بعد وہ یونیورسٹی آیا تھا، اس نے فون آن کر کہ دیکھا تو وردہ کی اتنی کالز دیکھ کر اسے احساس ہوا کہ اسے وردہ کو اس طرح سے پریشان نہیں کرنا چاہئے تھا، ابھی اس کا ارادہ پہلے جا کر وردہ سے بات کرنے کا تھا۔ جیسے ہی وہ کلاس میں داخل ہوا پہلی نظر ماہا پر گئی، وہ اس تک گیا۔ حشام کو دیکھ کر وہ ایسے اٹھی جیسے ابھی کچھ اٹھا کر اس کہ سر میں دے مارے گی۔

"ارے ماہا، کہاں جا رہی ہیں آپ اتنی جلدی میں اور وردہ کدھر ہے؟" وہ نارمل انداز میں پوچھ رہا تھا۔ اس کے اطمینان کو دیکھ کر ماہا کا غصہ مزید بڑھا۔

"آ گئی آپ کو اس کی یاد؟ چار، پانچ دنوں سے وہ آپ کو ڈھونڈ رہی ہے، فون آپ نے الگ بند کر رکھا ہے، زیادہ خوشی ملتی ہے پریشان کر کہ؟ مجال ہے آپ نے اس کی بات بھی سنی ہو۔

"ہے کہاں وہ؟" اس کو ماہا کا یہ انداز عجیب لگا تھا۔ وہ مسکرائی اس کی مسکراہٹ عجیب تھی، تکان اور تکلیف سے بھری۔ حشام کے چہرے پہ پریشانی در آئی۔

"ہسپتال کہ بستر پر زندگی، موت کی جنگ لڑ رہی ہے، کل وہ آپ کا پتا کرنے آپ کے دوست کے گھر جا رہی تھی، راستے میں ایکسیڈنٹ میں زخمی ہوئی تھی، چوبیس گھنٹوں سے وہ ہوش میں نہیں آئی، کافی چوٹیں آئی ہیں اسے اور ڈاکٹرز بھی اس کی زندگی کے بارے میں زیادہ پر امید نہیں ہیں۔ میں بھی کچھ ضرورت کی چیزیں لینے آئی تھی اسی کہ پاس جا رہی تھی، دعا کیجئے گا وہ بچ جائے، اتنی ہی فکر ہے تو پتا بھیج رہی ہوں آ جایئے گا"۔ اس کی آنکھیں گیلی تھیں۔ وہ ہلکی آواز میں حشام کے کانوں میں صور پھونک کر چلی گئی تھی۔

وہ ایک دم سے ہوش میں آیا، دیکھا تو ماہا جا چکی تھی۔ وہ فوراً ماہا کے بتائے ہوئے پتے پر گیا۔ ہسپتال پہنچ کر سیدھا ماہا کے پاس گیا۔

"ماہا یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہو؟ اور کوئی نہیں آیا؟"

"جی نہیں، آئے تھے اس کے تایاتائی، اس کو ایک نظر دیکھ کر، اس پر مہربانی کر کہ واپس چلے گئے۔" وہ رو رہی تھی۔

"میری بات یاد رکھنا، اگر میری دوست کو کچھ ہوا تو میری بد دعا ہے خوش آپ بھی نہیں رہیں گے، مسٹر حشام سلطان!" وہ اسے سنا کے واپس بیٹھ گئی لیکن وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ اگر وردہ کو کچھ ہوا تو وہ واقعی خوش نہیں رہ سکے گا۔ اندر وردہ تکلیف میں تھی اور باہر ماہا اور حشام۔

شائستہ اور واصف جیسے ہی گھر پہنچے، ارمان فوراً ان کی طرف آیا۔

"کیسی ہے اب وہ؟ اسے ہوش آیا؟ زیادہ چوٹیں تو نہیں آئیں؟ مجھے کیوں نہیں جانے دیا آپ نے؟" اس نے آتے ہی ماں باپ پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی تھی۔

"ارے ارے ذرہ سانس تو لینے دو، آتے ہی نا سلام نہ دعا، وردہ کیسی ہے ،شروع کر دیا ہے!" اگر کوئی اور وقت ہوتا تو وہ کہتا راستے میں سانس نہیں لیا ؟لیکن یہ وقت اس بات کا نہیں تھا۔

واصف صاحب نے اسے تمام صورتحال سے آگاہ کیا اور یہ تنبیہ بھی کی کہ وہ وہاں نہ جائے۔اور ارمان۔۔۔اس میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ وہ ہاں کے بجائے نہ میں بھی گردن ہلا سکے!

وہ دونوں ابھی ہسپتال کہ ویٹنگ ایریا میں بیٹھے تھے۔وردہ کو بے ہوش ہوئے مزید تین گھنٹے گزر چکے تھے۔کچھ ہی دیر مزید گزری تھی کہ ایک ڈاکٹر باہر آیا۔

"ڈاکٹر کیسی ہے میری دوست اب؟اسے ہوش آیا؟"ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلایا،لیکن ابھی آپ ان سے نہیں مل سکتیں،انہیں نہ ہی بولنے دیا جائے تو بہتر ہے۔"

ڈاکٹر کہہ کر چلا گیا۔اور ان دونون مین جیسے نئ روح پھونکی گئ تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد وردہ کو روم میں شفٹ کر دیا گیا۔حشام کو ایک دم سے جیسے کچھ یاد آیا۔

"وردہ کے پاپا نہیں آئے؟""نہیں ابھی ان سے بات ہوئی تھی کہہ رہے تھے کہ سب سے فوری فلائیٹ بھی کل کی مل رہی ہے،وہ پرسوں پہنچیں گے۔"

وہ دونوں اب کمرے میں وردہ کے ساتھ موجود تھے۔حشام صوفے پہ بیٹھا تھا اور ماہا وردہ کے سرہانے کھڑی تھی۔وردہ نے پوری طرح سے گردن کو حشام کی مخالف سمت میں موڑا ہوا تھا۔

"ہمیشہ مجھے ان سے دکھ ہی ملے ہیں جن سے میں نے امید لگائی اور دیکھو میں ہمیشہ ہی امید لگا لیتی ہوں۔"وہ آنسوؤں سے رو رہی تھی اور ساتھ کھوکھلی ہنسی ہنس رہی تھی۔یک دم اسے اپنے بابا کا خیال آیا۔

"ماہا، بابا؟"

"وہ کل پہنچیں گے۔"اس نے قدرے سر جھکا کہ جواب دیا۔"اوہ! تو مطلب آج وہ بھی میرے ساتھ نہیں۔وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

"وردہ ایک دفعہ اسے سن لو، کب سے اتنا پریشان بیٹھا ہے!"ماہا نے سرے سے ہی وردہ کی بات کو نظرانداز کیا۔"تو میں۔۔۔؟میں جو اتنی پریشان رہی اس کا کیا۔؟"ماہا اس کا جواب دیئے بنا ہی اٹھ کر باہر چلی گئی۔

وردہ نے کوئی ردِ عمل نہ دیا اور نہ ہی گردن موڑی۔حشام نے ہی گلہ کھنکارا اور بولنا شروع کیا۔

"وردہ۔۔۔"خاموشی!

"وردہ میری بات تو سنو۔۔۔"گہری خاموشی!

"وردہ دراصل بات یہ ہے کہ۔۔۔وردہ سن رہی ہو؟"پھر خاموشی!

اس نے لمبا سانس لے کر پھر بولنا شروع کیا۔"میں جانتا ہوں اس طرح سے رابطہ ختم کرنا صحیح نہیں تھا لیکن میری غلطی ہے، مجھے معافی نہیں مل

سکتی؟" وہ اس پہ نظریں جمائے پوچھ رہا تھا۔ وردہ نے فوراً سے گردن موڑی، حیرانی کی انتہا تھی۔

کیا مرد بھی غلطی قبول کرتے ہیں؟ ہاں 'مرد' ہی تو غلطی مانتے ہیں۔ وہ دل کھول کر مسکرائی، اور پھر فوراً سے ہی چھپا گئی۔ وہ اسے حیران نظروں سے دیکھ رہی تھی اور حشام اسے نرم مسکراہٹ کے ساتھ۔ ماہا کچھ دیر بعد اندر آئی اور گلہ کھنکارا،

"ہو گیا راضی نامہ۔۔۔؟" وہ شرارت سے بولی،

ایک طلسم سا تھا جو ٹوٹا تھا، وہ جھینپ کر رخ موڑ گئی اور وہ مسکرا گیا۔

بالا خر وہ دن بھی آ گیا جب دو نفوس آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو اداسی سے دیکھ رہے تھے ان کہ مقابل بھی دو اور نفوس بیٹھے تھے جو ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ کچھ ہی دیر بعد واصف سلطان اٹھے اور انہوں نے حشام کو گلے لگایا، پھر ارمان نے بھی اٹھ کر اسے گلے لگایا۔ شائستہ

بیگم تو باقاعدہ رو رہی تھیں اور بار بار اس کا چہرہ چوم رہی تھیں۔ وردہ کو اپنا آپ وہاں بہت مس فٹ لگ رہا تھا، وہ اٹھ کر باہر چلی گئی، اس کا جانا بھی صرف حشام نے نوٹ کیا۔

وہ باہر صحن میں کھڑی وہ وقت یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی کے آخری دفعہ اس نے کب اپنے ماں باپ کو گلے لگایا تھا۔ یک دم حشام کی آواز پر وہ پیچھے مڑی لیکن وہاں صرف حشام نہیں تھا اس کے ساتھ شائستہ بیگم اور واصف صاحب بھی موجود تھے۔

واصف صاحب نے پہلی دفعہ اس کہ سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور شائیستہ بیگم نے اس کو گلے لگایا تھا۔ ان کے بقول جس کی وجہ سے ان کا بیٹا کھویا تھا آج اسی کی وجہ سے وہ بیٹا واپس ملا تھا۔ "بیٹا تم نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔" واصف صاحب مسکراہٹ کے ساتھ خاموش کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

ایک مہینے بعد:

وردہ سٹیج پر لال رنگ کا لہنگا پہنے، سجے سنوری بیٹھی تھی اور فوٹو گرافر اس کی تصویریں بنا رہا تھا۔ کسی تصویر میں وہ ہونٹوں پر ہاتھ رکھے ہنس رہی تھی اور کسی تصویر میں وہ ماہا کو گھور رہی تھی، کسی تصویر میں ماہا اس کا دوبٹہ ٹھیک کر رہی تھی اور کسی تصویر میں ماہا اس کا ماتھا چوم رہی تھی۔ اچانک 'بارات آگئی' کا شور اٹھا۔ حشام نے سیاہ رنگ کی شیروانی پہنی ہوئی تھی جس پر گولڈن رنگ سے کام ہوا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد نکاح کی تقریب شروع ہو گئی۔

وردہ اور حشام کے درمیان پھولوں کی لڑیوں سے دیوار بنائی گئی تھی۔ ہر طرف گولڈن اور لال رنگ کا امتزاج تھا۔ قابلِ دید منظر تھا۔ ایجاب و قبول کے بعد وردہ کو حشام کے پہلو میں بٹھایا گیا۔ فوراً وہاں سے ماہا ٹپکی۔ "چلو شروع ہو گیا مفت کا بزنس۔" حشام نے برا سا منہ بنایا۔ وردہ اس کے تاثرات دیکھ کر ہنس رہی تھی۔ "چلیں جی نکالیں پچاس ہزار"۔ ماہا نے وردہ کے

قدموں میں بیٹھ کر حشام کے آگے ہاتھ پھیلایا۔"خدا کا خوف کرو لڑکی، میں جیب میں پچاس ہزار رکھ کر نہیں گھومتا۔"

کچھ دیر بعد ماہا کو نپٹا کر وہ دونوں اکیلے بیٹھے تھے۔حشام سامنے دیکھتے ہوئے ذرا سا وردہ کی جانب جھکا۔

"آج تو لوگ پہچانے ہی نہیں جا رہے۔"

"ہو سکتا ہے لوگوں کی یادداشت چلی گئی ہو یا نظر خراب ہو گئی ہو۔" وردہ نے اسی کے انداز میں جواب دیا۔

" نظر خراب ہونے کا تو نہیں پتا البتہ نظر لگ جانے کا خطرہ ہے۔"

وردہ اس کی بات پہ فوراً نظریں جھکا گئی۔کچھ دیر خاموشی رہی اور تھوڑی دیر بعد شائستہ بیگم وردہ کے ساتھ والے صوفے پر آ کر بیٹھیں۔"بیٹا تمہارا وہ دوست نہیں آیا؟ تمہارا سب سے خاص دن ہے، اسے ہونا چاہیے تھا، وہ کیا نام ہے اس کا۔۔۔ہاں حارث۔۔!" وردہ جو کب سے سر جھکا کہ باتیں سن رہی تھی فوراً سے چونکی، ایسے کہ اس کا چونکنا ان دونوں نے بھی محسوس کیا۔

"کیا ہوا وردہ؟"

"ہاں؟ نہیں کچھ نہیں۔"(اب پوری دنیا میں حارث صرف ایک ہی تو نہیں ہو سکتا)۔اس نے جیسے خود کو تسلی دی۔"جی وہ آج اس نے لاہور جانا تھا ضروری کام سے کل وہ آجائے گا،اس کو بھی آج ہی ضروری کام پڑ نا تھا!"

"چلو کوئی نہیں بیٹا، کل آجائے گا وہ۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کر چلی گئیں۔کچھ ہی دیر میں رخصتی بھی ہو گئی،اور قسمت کا کرنا ایسا ہوا کہ جس گھر سے وہ رات کے اندھیرے میں نکالی گئی تھی اسی گھر میں وہ اپنے باپ کے سائے تلے عزت سے رخصت ہو کر آئی تھی۔

وہ کمرے میں گھونگٹ نکالے بیٹھی تھی جب حشام دروازہ بند کر کہ اندر آیا،اس کے سامنے بیٹھ کر اس کا گھونگٹ اٹھایا اور کچھ لمحوں کے لئے اسے دیکھتا رہ گیا۔"آج تم واقعی بہت خوبصورت لگ رہی ہو، یہ تمہارے لئے۔" اس نے ایک بریسلیٹ کیس اس کے سامنے کیا۔اس سے پہلے وردہ خود پہنتی،

حشام نے اس کا ہاتھ تھام کر بریسلیٹ پہنایا۔ "بہت خوبصورت ہے۔"

وردہ بریسلیٹ کو ستائیشی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ہیں نہ؟ میری پسند ہے ہی خوبصورت۔" وردہ نے اس کی بات پہ اچھا خاصا منہ بنایا۔

"مجھے لگا تم کہو گے کہ تمہارے ہاتھ میں زیادہ خوبصورت لگ رہا ہے۔"

حشام نے کھل کر قہقہہ لگایا، پھر لمبا سانس لے کر وردہ کو دیکھا اور بولا، "تم بھی تو میری ہی پسند ہو۔" اس کی بات سن کر وردہ کے گال گلابی ہوئے۔"

اوہ! تو جھانسی کی رانی شرماتی بھی ہے۔" وردہ نے اس کے کندھے پہ مکا مارا جس پہ وہ ہنستا ہوا اسے مزید چڑانے لگا۔

نیچے گھر کے لان میں ٹہلتا وجود شدید تکلیف میں لگ رہا تھا، اس بات کا یقین کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ واقعی اس کی محبت (محبت؟ ہنہ!) آج کسی اور کی ہو گئی۔ آج اسے شدت سے اپنے دادا کی بتائی ہوئی باتیں یاد آ رہی تھیں،

لیکن اب کوئی فائدہ نہ تھا۔ارمان وہاں بیٹھتا چلا گیا۔ایک دفعہ پہلے بھی وہ اسی طرح رات کے اندھیرے میں اپنی ماں سے اس بات کا شکوہ کر رہا تھا کہ انھوں نے اس کی محبت چھین لی، مگر آج وہ تنہا تھا فقت اپنے سائے کے ساتھ ،اس کا سایہ بھی اس پر ہنستا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو حشام کو شیشے کے سامنے کھڑا پایا۔وہ ہمیشہ کی طرح فریش اپنے بال سیٹ کرنے میں مصروف تھا۔

"جاگ گئیں ؟"مسکرا کر سوال کیا گیا۔"(نہیں سو رہی ہوں)،ہاں جاگ گئ۔"وہ چلتا ہوا وردہ کے قریب آیا،اس کے چہرے پہ آئے بال پیچھے کئے، پاس پڑے گلدستے میں سے ایک پھول نکال کر اس کے بالوں میں لگایا،اپنا چہرہ اس کے کان کے قریب کیا اور بولا،"جلدی اٹھ جاؤ ورنہ پھر دیر کر دو گی۔"

اسلام علیکم !.

اگر آپ بھی لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اسے دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم فراہم کر رہے ہیں آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم جو آپ کے لکھی ہوئی پوسٹ کو دنیا تک پہنچائیں گا۔

اپنا ناول، ناولٹ، آرٹیکل، افسانہ، شاعری یا کچھ بھی لکھا ہو پبلش کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ہم سے رابطہ کریں۔

Mklibrary13@gmail.com

اس کے علاوہ آپ ہمارے انسٹا گرام اور واٹس ایپ پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

What's up Number: +92-3144810202

Instagram:mklibrary.official

سارا فسوں ٹوٹ گیا، ورده جو سانس روکے اس کی کی طرف سے کوئی خوبصورت بات کی متوقع تھی اسے دیکھ کر رہ گئی۔اور وہ بغیر اسے دیکھے

کمرے سے نکل گیا۔(بدتمیز)وہ فوراً سے بستر سے اٹھی اور اسے اپنے خیال میں کوسنا نہ بھولی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

جیسے ہی وہ تیار ہو کر کمرے سے نکلی ماہا پھول پکڑے سامنے کھڑی تھی وردہ اسے دیکھ کر اس کے گلے لگ گئی۔"نئ زندگی کی پہلی صبح مبارک ہو،اللہ تمہیں ہمیشہ ایسی ہی خوش رکھے، بہاریں تم پہ نچھاور ہوں،آمین!"ماہا نے اسے دعا دی۔وردہ اسے آنکھوں میں آنسو لئے نرم مسکراہٹ سے دیکھ رہی تھی،واقعی زندگی میں کچھ لوگ بہار کی مانند ہوتے ہیں،خاص نعمتوں میں سے،نرم اور تازی کو میلوں جیسے،جن کی وجہ سے ہمیشہ زندگی میں تازگی رہتی ہے۔

\-\-\-\-\-\-\-

وہ دونوں تیار ہو کر کمرے سے نکل کہ نیچے ڈائننگ ٹیبل پر جا رہے،وردہ مسلسل کسی بات پر نفی میں سر ہلا رہی تھی اور حشام آج ضرورت سے زیادہ

مسکرا رہا تھا۔(مجھے تنگ کر کے زیادہ سکون ملتا ہے موصوف کو)۔وہ اپنے خیال پر خود ہی مسکرائی اور سر جھٹکتی حشام کے ساتھ چل دی۔ٹیبل پر پہنچ کر سامنے بیٹھے انسان کو دیکھ کر ایک انسان خوشی سے اس کی طرف لپکا جب کہ دوسرے انسان کا رنگ اڑا۔

"کہا تھا نہ ولیمے پہ پہنچ آؤں گا،دیکھ میں نے تو وعدہ پورا کر دیا،لیکن تو نے ابھی تک بھابھی سے نہیں ملوایا۔"وردہ چونکہ حشام کے پیچھے کھڑی تھی اسی لیئے وہ اسے دیکھ نہیں سکا،تمام گھر والے کافی خوش نظر آرہے تھے۔"چل مل لے اپنی بھابھی سے۔"وہ جیسے ہی درمیان سے ہٹا،وہ وردہ کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

"وردہ؟"،"حارث؟"دونوں ایک ہی وقت میں بولے۔حشام حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔"کیا تم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہو؟ایک منٹ وردہ یہ وہی حارث ہے جس سے تمہاری شادی ہونی تھی؟اور حارث یہ وہی لڑکی ہے نہ جو تیرے ابو کے دوست کی بھانجی تھی؟"

"ہاں حشام، یہ وہی ہے۔"اس بار بھی دونوں اکٹھے بولے۔شائستہ بیگم شادی کا لفظ سن کر فوراً اپنے مزاج کے مطابق بولیں۔"اوہ! تو مطلب کہ تمہارا اس سے بھی چکر چل رہا تھا،پہلے میرا ارمان، پھر جب اس پہ قابو نہیں کر سکی تو اس کو پکڑ لیا؟"عاصم صاحب بھی یہ سب دیکھ کر حیران تھے۔وردہ خاموش تھی کیوں کہ وہ جانتی تھی اب کی بار اس کا

"وکیل"بولے گا۔لیکن اس سے پہلے عاصم صاحب بولے،"وردہ یہ سب کیا ہے؟"وردہ چونکی ابرو سکیڑ کر عاصم صاحب کو دیکھا،اسے اپنا باپ کی آنکھوں میں صاف بدگمانی نظر آئی۔

حشام عاصم صاحب سے بولا،"ایسا کچھ بھی نہیں ہے،میں اچھی طرح جانتا ہوں وردہ کو وہ ایسا کچھ بھی نہیں کر سکتی،اور حارث میرے بچپن کا دوست ہے اس سے بھی میں واقف ہوں،ہاں ان دونوں کی شادی ہونی تھی لیکن۔۔۔"

"ایک منٹ حشام۔" وردہ جو اپنے باپ کا سوال سن کر تب سے سن کھڑی تھی ایک دم سے بولی۔ اسے اپنے باپ سے یہ امید نہیں تھی، ساری دنیا اس پر شک کرتی لیکن ایک اس کا باپ نہیں۔ وردہ چلتی ہوئی عاصم صاحب کے سامنے آکر کھڑی ہوئی۔ آنکھ میں اٹکا ہوا آنسو باہر آگیا۔

"بابا، صحیح کہہ رہی ہیں وہ، میں ہوں پر کٹی، اسی لیئے دو سال پہلے انہوں نے رات کے اندھیرے میں مجھے گھر سے نکال دیا تھا، میں ان کی منتیں کرتی رہی مجھے ایک رات رکنے دیں، لیکن انہوں نے مجھے دھکے سے کر گھر سے نکالا۔ پتا ہے کیا بابا، ارمان کا نام میرے نام کے ساتھ جوڑا گیا، میری ماں کو برا بھلا کہا گیا، مجبوراً مجھے سفینہ آنٹی کے گھر جانا پڑا، جہاں مجھے حارث سے شادی کرنے پر مجبور کیا گیا، اور شادی سے انکار کی صورت میں مجھے انہوں نے بھی گھر سے نکال دیا۔ وہ باقاعدہ رو رہی تھی۔

آپ پوچھتے تھے نہ کے میں نے ہاسٹل میں کیوں رہنا شروع کر دیا ہے؟ یہی وجہ تھی۔ انہوں نے مجھے ایک رات یہاں گزارنے نہیں دی۔ اور۔۔۔ اور

تب تو آپ بھی میرے ساتھ نہیں تھے میں تب بھی اکیلی تھی، "ارمان آج بھی خاموش کھڑا تھا۔عاصم صاحب یہ سب سن کر حیران کھڑے تھے، ان کے ہوتے ہوئے بھی ان کی بیٹی کے ساتھ یہ سب ہوا؟

"جب امی کی ڈیتھ ہوئی تب بھی آپ ہمارے ساتھ نہیں تھے، جب میرا ایکسیڈنٹ ہوا تب بھی آپ میرے پاس نہیں تھے۔" یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے میں چلی گئی اور جاتے ہوئے ارمان اور حارث پر نفرت سے بھری نگاہ ڈالنا نہ بھولی۔

ابھی وہ آدھے راستے میں تھی کہ اسے اپنے باپ کی آواز سنائی دی، "مجھے آپ سب سے یہ امید نہیں تھی، میں اپنی بچی کو آپ سب کے حوالے کر کہ گیا تھا، اور بھائی صاحب آپ؟ آپ کی تو بیٹیوں کی طرح تھی نہ یہ؟"

یہ سب سن کر شائستہ بیگم حشام سے بولیں، "حشام بیٹا تم وردہ کو چھوڑ دو، یہ ایسی ہی لڑکی ہے، پہلے ارمان کو قابو کرنا چاہا لیکن پھر تم مل گئے۔" یہ سن کر

وردہ وہیں جم گئی،اب کی بار وہ ٹوٹی تو جڑ نہیں پائے گی۔ماہا فوراً اسے وردہ کے پاس گئی۔وردہ نے پہلے اپنے باپ کو پھر حشام کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"بہت ہو گیا،اب خبردار جو کسی نے بھی وردہ کے خلاف ایک لفظ بھی کہا تو، مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔وردہ کیسی ہے، کیسی نہیں ہے،اس کا ماضی کیا ہے ،کیا نہیں میں اچھے سے جانتا ہوں،سب سن لو میں محبت کرتا ہوں وردہ سے اور آئندہ اس کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سنوں گا،اور جہاں تک اسے چھوڑنے کی بات ہے تو یہ دن کبھی نہیں آئے گا۔" حشام انگلی اٹھائے بول رہا تھا۔تائی حیران کھڑی تھیں۔

وردہ سیڑھیوں پہ کھڑی اپنی محبت پر فخر کر رہی تھی،ایسا ہی تو وہ چاہتی تھی، ایک ایسا مرد جو سٹینڈ لے سکے،اسے سپورٹ کرے اور اس کا ساتھ دے۔**عورت اپنے آپ میں ایک مکمل وجود ہے، لیکن کہیں نہ کہیں اسے ایک مرد کی ضرورت پڑتی ہی ہے،ایک ایسے انسان کی جو اس کے دکھ سکھ**

میں ساتھی بن سکے، ہر انسان اپنے لحاظ سے کسی دوسرے کی مدد کرتا ہے
لیکن ایک اچھا شوہر ہی ہے جو ہر وقت تحفظ دینے کے لئے تیار کھڑا رہتا ہے۔

وردہ اپنے پیچھے سب کو چھوڑ کر اپنے کمرے میں آگئ تھی اور پیچھے سب ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے۔ حشام بھی وردہ کے پیچھے کمرے تک گیا،

"بھائی صاحب یہ سب کیا تھا؟ ارمان کیا یہ سب سچ تھا؟" وہ پہلے تو اپنے بھائی سے بولے اور دوسری بات ارمان سے کہی۔

"انکل میں جانتا ہوں یہ اچھا نہیں ہوا لیکن اس میں میرا قصور صرف اتنا تھا کہ میں وقت پر اس کے لئے سٹینڈ نہیں لے سکا، اس کے لئے کھڑا نہیں ہو سکا، میں نے سر جھکا دیا تھا میری محبت ہار گئی، کیوں کہ مجھے کبھی کسی نے سچ کے لئے کھڑا ہونا سکھایا ہی نہیں، مجھے ہمیشہ میرے ماں باپ نے جھکنا سکھایا، وقار کیا ہوتا ہے اور ایک مرد ہونا کیا ہوتا ہے یہ کسی نے سکھایا ہی نہیں۔ اور پھر۔۔۔ پھر میں ہار گیا۔" شائستہ بیگم اور واصف صاحب کے پاس اب کچھ

کہنے کو نہ تھا۔ حارث اور ماہا ماحول میں موجود تناؤ کو دیکھتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

حشام نے کمرے کا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وردہ کھڑکی کے طرف رخ کئے خاموشی سے رو رہی تھی۔ "وردہ؟"

وہ بنا جواب دئے ویسے ہی کھڑی رہی۔ وہ قدم قدم چلتا وردہ کے قریب آیا، اس کو کندھوں سے پکڑ کر اپنی طرف موڑا،

"مجھ سے کس لئے چھپ رہی ہو؟ ہم دونوں میں کچھ بھی خفیہ ہے کیا؟ ایک بات کا پورا یقین رکھنا وردہ، کہ تم پر مجھے خود سے بھی زیادہ بھروسہ ہے، کوئی تیسرا آ کر ہم دونوں میں دوریاں نہیں بڑھا سکتا۔ یہ کبھی مت سوچنا کہ میں تم پہ شک کروں گا یا کبھی بھی تمہیں تنہا چھوڑوں گا۔ کبھی بھی کوئی بھی مشکل ہو حشام سلطان کو ہمیشہ اپنی ساتھ کھڑا پاؤ گی۔"

بس اتنا سا احساس۔۔۔اتنا سامان تھا کہ وہ حشام کے سینے سے لگی رونے لگی،اور وہ آہستگی سے اس کے بالوں کو سہلانے لگا،کچھ وقت گزرا کہ جب وہ حشام سے علیحدہ ہوئی اور اپنی لال ہوئی آنکھوں کو صاف کرنے لگی،کچھ لمحے خاموشی کے گزرے پھر وردہ نے کہا

"موصوف ولیمہ کے لئے تیار ہونے کا ارادہ ہے یا نہیں؟" وہ روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ ہنستے ہوئی کہہ رہی تھی۔۔۔

وہ ہال کے کمرے میں دیوار گیر شیشے کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی،وہ اور ماہا کمرے میں اکیلی تھیں،

"کیسی لگ رہی ہوں ماہا؟" ماہا اٹھی اور اس کے پاس آئی اور لمبا سانس لے کر بولی،"اب تم نے دوبارہ پوچھا تو میں باہر نکل جاؤں گی،دو ہزار چو بیس سو بتیس دفعہ تم مجھ یہ سوال پوچھ چکی ہو،میری جان تم بہت پیاری لگ رہی ہو،ہمیشہ ہی لگتی ہو۔" وردہ اب کی دفعہ مسکرادی۔

دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی تو دیکھا کہ حشام اندر آنے کی اجازت مانگ رہا تھا ،ماہا سر ہلاتے کمرے سے نکل گئی۔ حشام وردہ کے قریب آیا،وردہ ابھی بھی خود کو شیشے میں دیکھ رہی تھی۔"کیسی لگ رہی ہوں؟"(عادت سے مجبور)

“LOOKING BEAUTIFUL AS ALWAYS”اس نے وردہ کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

اس کی تعریف پر وہ شرما گئی۔(ایک تو یہ لڑکی شرماتی بہت ہے)۔ حشام صرف سوچ کر رہ گیا۔"آپ بھی بہت اچھے لگ رہے ہیں۔""نوازش۔" اور پھر دونوں ہنس دیے۔

ماہا جیسے ہی کمرے سے باہر نکلی سامنے سے حارث آتا دکھائی دیا، جیسے ہی وہ حارث کے ساتھ سے گزرنے لگی، حارث نے اسے پکارا،"ماہا!"ماہا نے رک کر اسے دیکھا تو حارث مزید کنفیوز ہو گیا۔

"آپ۔۔۔آپ وردہ کی دوست ہیں نہ؟" اسے خود ہی اپنے سوال پہ ہنسی آئی۔

"وردہ کی؟ نہیں نہیں، میں تو اس کی دشمن ہوں، خیریت؟" ماہا خالص میٹھے انداز میں اس کے سوال کی توہین کر کہ آگے چلی گئ، اور وہ پیچھے حیران رہ گیا۔ "بہت تیز ہو بھئی۔" وہ اس کے جواب پہ ہنستا ہوا چلا گیا۔

وہ دونوں رات کے وقت اپنے ٹیرس پہ بیٹھے چاند کو دیکھ رہے تھے۔ وردہ کے چہرے سے اس کا اطمینان صاف دکھتا تھا، اللہ نے اسے من چاہا ہمسفر دیا۔ وہ ہفتے میں تقریباً دو دن گھر جلدی آتا اور وردہ اور حشام مل کر کہیں باہر جاتے یا شام کے وقت بیٹھ کر دنیا جہان کی باتیں کرتے، بلکہ یہ کہا جائے کہ وردہ ہی زیادہ باتیں کرتی تھی تو زیادہ صحیح ہوگا۔ زندگی بہت سکون سے گزر رہی تھی، یونہی ایک دن وہ دونوں چائے کے کپ ہاتھوں میں پکڑے دنیا جہان کی باتیں کرنے میں مصروف تھے، وردہ اسے پورے دن کی روداد سنا رہی تھی

اور حشام اپنے گال تلے ہاتھ رکھ کر اس کی باتیں سننے میں مصروف تھا، کہ ایک دم سے حشام کا فون بجا۔اس کے اوپر 'حارث کالنگ' لکھا آرہا تھا۔ وردہ جو چابی والی گڑیا کی طرح شروع تھی ایک دم سے خاموش ہوئی اس کو فون کی رنگ اس سے پہلے کبھی اتنی بری نہیں لگی تھی۔اپنی طرف سے وہ بات ختم کر کے جانے لگی تھی کیونکہ حشام کے 'بیسٹ فرینڈ' کی کال آرہی تھی۔ لیکن حشام اس سے پہلے ہی کال کاٹ چکا تھا،اور وردہ حیران کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ حشام اس کے جانے سے پہلے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک چکا تھا۔

"کیا ہوا؟""وہ تم بات کرنے لگے تھے،حارث سے۔""نہیں بعد میں کر لوں گا۔"

"کوئی ضروری بات ہو گی حشام۔"اس کا موڈ واقعی خراب ہو گیا تھا۔

"تم سے ضروری نہیں تھی وردہ۔"وردہ خوامخواہ ہی اس کی بات پہ شرما گئی۔

"اب بیٹھ جائیں جناب۔"اس نے اس کا ہاتھ پکڑے اسے اپنے سامنے بٹھایا۔

____

شادی کو ایک ہفتہ گزر گیا تھا اور آج عاصم صاحب نے واپس دبئ جانا تھا، وردہ اور حشام ان کو ایئرپورٹ تک چھوڑنے آئے تھے۔ گاڑی سے نکل کر وردہ نے ایک لمبی سانس لی۔ عاصم صاحب اس دفعہ جاتے ہوئے مطمئن تھے کہ اب وردہ کے پاس ایک مضبوط سہارہ موجود ہے۔

وردہ ہمیشہ کی طرح ان کے جانے سے اداس تھی جبکہ عاصم صاحب مسلسل حشام سے وعدے لینے میں مصروف تھے۔ وردہ ذرہ سا ہٹ کر کھڑی تھی، اسے آوازیں تو سنائی دی رہی تھیں لیکن اس کا دھیان صرف حشام پہ تھا جو سینے پہ ہاتھ رکھ کر عاصم صاحب کے سامنے سر جھکا کر کھڑا تھا، وردہ کے دل میں اچانک ہی حشام کے لئے عزت بڑھ گئ۔ کتنی تابعداری سے وہ ہر بات کو سن رہا تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

وہ دونوں پارک میں ایک بینچ پہ بیٹھے تھے جب حارث نے حشام سے کہا، "یار حشام مجھے ایک کام ہے تجھ سے، کام ذرہ مشکل ہے لیکن۔۔۔۔"

"کام کیا ہے؟میں کوشش کروں گا۔"

"یار وہ بھابھی کی دوست کا نمبر مل سکتا ہے؟"

"کیوں اب اس کے ساتھ مذاق کرنا ہے کیا؟" حشام اب سنجیدہ تھا، وہ جانتا تھا حارث کسی لڑکی کو لے کر سیریس نہیں ہو سکتا۔۔"وہ میری بہنوں جیسی ہے اس کے ساتھ کچھ الٹا سیدھا نہیں کرنا۔"

"نہیں قسم لے لے یار میں اس کے لئے سنجیدہ ہوں۔"

"اگلا مذاق کر۔"اس کو ابھی بھی یقین نہیں آیا تھا،

"میں سچ کہہ رہا ہوں، مجھے اس کو دیکھ کر وہ محسوس ہوا جو آج تک کسی لڑکی کو دیکھ کر محسوس نہیں ہوا۔"

"چل میں وردہ سے بات کروں گا۔"

"ہاں ضرور۔" حشام نے مدد کرنے کا کہہ تو دیا تھا لیکن وہ جانتا تھا کام مشکل ہے۔

وردہ کچن سے نکل رہی تھی جب اس کا سامنا شائستہ بیگم سے ہوا، وہ وردہ کو دیکھ کر منہ موڑ کر چلی گئی، وردہ کو یہ دیکھ کر عجیب ضرور لگا لیکن وہ اس سب کی پہلے سے عادی تھی اسی لئے دھیان دیے بغیر چل دی۔ سامنے سے حشام کو آتا دیکھ کر اس کا موڈ خود بخود ٹھیک ہو گیا۔ "آپ آج جلدی آ گئے؟"

"ہاں بس سوچا کہیں باہر چلتے ہیں، چلو تم بھی تیار ہو جاؤ۔"

"سچی؟ اچھا ٹھیک ہے، آپ فریش ہوں لیں،" وہ جاتے جاتے پلٹی، "چائے تو نہیں پئیں گے نا؟" اس نے مکمل شرارت سے پوچھا، وہ اس کی شرارت سمجھتا ہوا سر جھکا کر مسکرا دیا۔ اور وردہ ہمیشہ اس کے سر جھکا کہ مسکرانے پہ ہی پگھل جاتی تھی۔

"نہیں وہ بھی باہر سے ہی پی لیں گے۔"

وردہ اور حشام سڑک کے کنارے پیدل چل رہے تھے ہمیشہ کی طرح وردہ اسے دن بھر کی روداد سنا رہی تھی اور حشام ویسی ہی توجہ سے اس کی بات سننے

میں مصروف تھا وہ اسے سڑک کے کنارے نہیں چلنے دیتا تھا۔ایک دن یوں ہی سڑک پر چھلتے ہوئے حشام نے دیکھا کہ وردہ سڑک کی طرف چل رہی ہے اس نے اسے کندھوں سے پکڑ کر دوسری طرف کیا اور خود سڑک کی طرف چلنے لگا،وردہ جو باتیں کرتے کرتے ایک دم سے چونکی تھی اسے یہ سمجھنے میں زرہ سی بھی دیر نہ لگی وہ جیسے ہی سمجھی اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے،

کیا مرد ایسے بھی ہوتے ہیں؟ ہاں مرد ایسے بھی ہوتے ہیں،عورتوں کی حفاظت کریں،اپنے سے منسلک عورتوں کی عزت کرنا اور کروانا جانتے ہوں

۔

حشام نے جب وردہ کو خاموش دیکھا تو اس کی جانب دیکھا جو بھیگی آنکھیں لئے حشام کو دیکھ رہی تھی۔"ارے،کیا ہوا؟ تم نے سڑک کی جانب چلنا تھا تو مجھے پہلے بتا دیتی۔"وہ اس کی بات پہ صرف ہنس دی اور اپنی بات بھی وہیں سے شروع کر دی جہاں پہ رکی تھی۔

وردہ شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے بال سلجھانے کی کوشش کر رہی تھی جب کمرے میں حشام آیا،اور وردہ نہیں جانتی تھی کہ اپنے بال سلجھانے کے چکروں میں وہ حشام کو الجھا گئی۔ حشام جو وردہ سے کچھ کہنے آیا تھا کہتے کہتے رک گیا،چند لمحوں کے لئے وہ بھول گیا کہ وہ کمرے میں کرنے کیا آیا تھا۔وردہ نے شیشے میں اس کا عکس دیکھا تو اس کی طرف مڑی لیکن وہ چہرے سے اداس تھی، حشام چل کر اس تک آیا۔"کچھ ہوا ہے وردہ؟""" نہیں،کچھ نہیں۔"

"اب ہم دونوں میں بھی کچھ چھپا ہے وردہ؟" وہ جو اپنی اداسی چھپانے کی کوشش کر رہی تھی حشام وہ صاف دیکھ سکتا تھا۔ **کتنا اچھا لگتا ہے نہ کوئی آپ کی بات کہے بنا ہی سمجھ جائے۔آپ اپنے احساسات چھپانا چاہتے ہوں لیکن وہ کوئی مکمل چہرہ شناس ہو۔اور وہ شخص بہت خوش نصیب ہوتا ہے جس کے پاس وہ "کوئی" شخص موجود ہو۔** "بتاؤ کیوں اداس ہو؟"

"مجھے امی کی یاد آرہی ہے، کتنی عجیب بات ہے جب ہمارے پاس کوئی چیز یا کوئی شخص موجود ہو ہم اس کو ہمیشہ فار گرانٹڈ لیتے ہیں، اصل قدر تو تب آتی ہے جب وہ شخص ہم سے جدا ہو جاتا ہے۔"

"ہاں بات تو صحیح ہے، لیکن تم اداس نہ ہو آنٹی کے زندگی اتنی ہی لکھی تھی، ابھی میری قدر کرلو میں تو تمہارے پاس ہی ہوں نہ۔" وردہ نے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا اور مسکرائی۔

"آپ کو تو میں کہیں نہیں جانے دوں گی مسٹر حشام۔" دھمکی!

"جیسے آپ کی مرضی جناب۔" اس کی بات پہ وہ روتے روتے بھی ہنس دی۔

"اچھا سنو ایک کام ہے، حارث نے ماہا کا نمبر مانگا ہے، اسے دے دوں؟ سوچا پوچھ لوں تمہاری دوست ہے۔" وردہ اسے ابرو سکیڑے دیکھنے لگی، حشام اس کی وجہ سمجھتا تھا اسی لئے فورا بولا۔

"دیکھو مجھے تمہارا گریز سمجھ آرہا ہے لیکن یقین کرو حارث بدل گیا ہے، وہ ماہا کے لئے سیریس ہے۔"

اسلام علیکم !.

اگر آپ بھی لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اسے دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم فراہم کر رہے ہیں آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم جو آپ کے لکھی ہوئی پوسٹ کو دنیا تک پہنچائیں گا۔

اپنا ناول، ناولٹ، آرٹیکل، افسانہ، شاعری یا کچھ بھی لکھا ہو پبلش کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ہم سے رابطہ کریں۔

Mklibrary13@gmail.com

اس کے علاوہ آپ ہمارے انسٹاگرام اور واٹس ایپ پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

What's up Number: +92-3144810202

Instagram:mklibrary.official

"اور اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ ماہا کے ساتھ دھوکا نہیں کرے گا؟"

"میں اس کی گارنٹی دیتا ہوں، ماما میری بہنوں جیسی ہے اس نے کچھ بھی غلط کیا تو میں اسے دیکھ لوں گا۔" وردہ کو اس کا یہ مان بہت بھایا تھا۔

لیکن اسے چاہئے کہ انکل آنٹی سے بات کرے۔"

"ہاں ان سے بھی کرلے گا پہلے ماما کی مرضی تو پتا کرلے، دے دوں نمبر؟"

" صحیح ہے، مطلب وہ آپ کی طرح خشک طریقے سے تو نہیں پوچھے گا نہ؟ جیسے آپ نے صرف یہ کہہ دیا تھا کہ وردہ میں آپ کے گھر اپنے والدین کو بھیجنا چاہتا ہوں۔" وردہ نے اس کی پوری نقل اتاری۔ حشام کو اس کی بات پہ ہنسی آئی۔

"تو اور کیسے کہنا چاہئے تھا؟"

"پہلے زمین پہ گھٹنا رکھتے ہیں اور کہتے ہیں۔۔۔" وردہ اپنے دھیان میں چابی والی گڑیا کی طرح شروع ہو چکی تھی جب حشام کے بات ٹوکنے پہ وردہ نے اس کی طرف دیکھا جو پہلے ہی زمین پہ گھٹنا ٹکا کہ بیٹھ چکا تھا۔

will you be my “zoja” for the rest of "
"life?

وردہ نے پوری آنکھیں پھیلا کہ اسے دیکھا جو ابھی بھی اسے طرح بیٹھا تھا۔

وردہ نے مسکراتے ہوئے ہاں میں سر ہلا یا اور اپنا ہاتھ اس کہ ہاتھ میں دیا۔

وہ ابھی کمرے میں گئی ہی تھی جب اس کا فون بجا،اس نے دیکھا تو 'ان ناون نمبر کالنگ' لکھا آرہا تھا۔ تجسس کی وجہ سے کال اٹھائی تو دوسری طرف سے مردانہ آواز گونجی۔

"جی کون؟"

"میری چھوڑیں،آپ وردہ کی دشمن بات کر رہی ہیں نہ؟"

"جی؟"اسے محسوس ہوا جیسے دوسری طرف والا شخص مسکرایا تھا۔لمحے کے ہزارویں حصے میں اس نے پہچان لیا کہ دوسری طرف کون ہے۔

"آپ کو میرا نمبر کہاں سے ملا؟"آواز میں دباد باغصہ تھا۔

"پہچان ہی لیا، دیکھیں میری بات سنیں، آپ سے ضروری بات کرنی ہے ذرہ سا وقت مل سکتا ہے؟"

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔" یہ کہہ کر اس نے کال کاٹ دی۔

دوسری طرف حارث فون کی سکرین کو دیکھ کر گویا ہوا، "مطلب ابھی محنت کی ضرورت ہے! " جیسے ماہا سامنے ہی بیٹھی ہو۔ ماہا نے کال بند کرتے ہی دوسرا نمبر ملایا جو فوراً ہی اٹھا لیا گیا۔

وردہ جو فون پر گیم کھیل رہی تھی اس وقت ماہا کی کال دیکھ کر حیران ہوئی۔

"کیا ہوا، ماہا سب ٹھیک ہے نہ؟"

"ہاں سب ٹھیک ہے، بس یہ تمہارے دیور کا دماغ خراب ہے۔"

"کیوں، کیا ہوا؟ ارمان نے کچھ کہا ہے کیا؟" وہ نا سمجھی سے بولی۔

"ارمان نہیں، حارث! مجھے کس خوشی میں کال کر رہا ہے؟ کہتا ہے آپ سے بات کرنی ہے آپ کا تھوڑا سا وقت مل سکتا ہے؟"

دوسری طرف وردہ کھلکھلا کے ہنسی۔ "وردہ؟"

"ہاں یار بتانا بھول گئی، میں نے ہی نمبر دیا تھا کہہ رہا تھا تم سے بات کرنی ہے، ہو گئی بات؟"

"ملو مجھ سے ذرہ تمہیں سیدھا کرتی ہوں، میں نے کال بند کردی تھی۔" ماہا نے بھی ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

اب ایسا تھا کہ وردہ ماہا کو اس سے بات کرنے کے لئے منا رہی تھی اور ماہا نے بھی نہ ماننے کی قسم کھا رکھی تھی، بالآخر کافی بحث کے بعد ماہا مان ہی گئی۔

ماہا اور حارث ایک کیفے میں آمنے سامنے بیٹھے تھے، شیشے کی دیوار کے پار سورج غروب ہونے کا ایک خوبصورت منظر تھا۔ ماہا نے سبز رنگ کا کرتا اور ٹراوزر پہن رکھا تھا اور ساتھ سفید رنگ کا دوبٹہ اچھے سے لیا تھا۔ حارث نے سفید شرٹ کے ساتھ کالی پینٹ پہن رکھی تھی۔ غروب ہوتے سورج کی روشنی ان دونوں پہ پڑ رہی تھی۔

حارث نے بولنا شروع کیا۔"دیکھیں ماہا میں جانتا ہوں آپ کے نزدیک میں اچھا لڑکا نہیں ہوں لیکن سچ بتاؤں تو میں بدلنے کی کوشش کر رہا ہوں اور کافی حد تک بدل بھی گیا ہوں۔ کوشش کروں گا آنے والی زندگی میں، شادی کے بعد، آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو۔"

"اور آپ کو کیوں لگتا ہے کہ میں آپ سے ہی شادی کروں گی؟" انداز کافی مغرور تھا۔

"مجھے صرف لگتا ہی نہیں ہے مجھے پورا یقین ہے۔"

"کیوں؟" ماہا کو واقعی وجہ جاننی تھی۔

"کیوں کہ آپ اگر راضی نہ ہوتیں تو اس وقت میرے سامنے نہ بیٹھی ہوتیں، اور یہ سامنے پڑا پانی کا گلاس بھی سلامت نہ ہوتا۔" ماہا صرف اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"کیوں، صحیح نہیں کہا؟" سوال ایسا تھا جیسے چیلنج ہو اور جیتنے کا بھی پورا یقین ہو۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔۔جب ایک جانی پہچانی آواز پہ دونوں نے حیران ہو کر یکھا۔

"ہم آجائیں کیا؟ بلکہ آہی گئے ہیں وردہ آؤاس کنجوس نے تو کچھ منگوایا ہی نہیں، آپ بتائیں ماہا کیا کھائیں گی؟" حشام حارث کے ساتھ اور وردہ ماہا کے ساتھ آکر بیٹھ گئی۔

"آپ دونوں یہاں؟" حارث باقاعدہ اسے گھور رہا تھا۔

"نہیں تو تم دونوں کو کیا لگا؟ اکیلے اکیلے پلیننگ کر لوگے اور ہمیں بھنک بھی نہیں پڑے گی؟ چل حارث بات پکی ہونے کی ٹریٹ دے۔"

حارث ابھی بھی یہ سب پراسس کر رہا تھا کہ حشام کی آواز پہ چونکا۔

"سدا کے بھوکے ہو۔ میری ساری تیاری خراب کر دی۔" اسے سب سے زیادہ دکھ تو اسی بات کا تھا۔ "اللہ تیرے جیسا دوست کسی کو نہ دے۔"

"ہاہاہاہا، میں کسی اور کے پاس ہو بھی نہیں سکتا، میں پوری دنیا میں ایک ہی پیس ہوں۔" حارث صرف ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا۔

ماہااور وردہ حارث کی درگت بنتے ہوئے دیکھ رہی تھیں اور ہر چیز کو خوب انجوائے کررہی تھیں، کچھ ہی دیر میں ماہا حارث کے سامنے کھڑی تھی اور حارث اسے انگوٹھی پہنا رہا تھا۔ وردہ اور حشام نے اس خوبصورت منظر کو قید کر لیا تھا۔ ڈھلتی شام میں دو روحوں کی ساری زندگی کا سفر اکٹھے لکھ دیا گیا تھا۔

ماہا کی شادی سر پر پہنچ چکی تھی اور وردہ پورے زور شور سے شادی کی تیاریوں میں مگن تھی۔ اسے صرف یہی یاد تھا کے وہ ماہا کی شادی پہ ہونے والی دلہن کی اکلوتی بہن ہے۔ اس کا ماننا تھا کہ وہ اپنی شادی پہ اتنا خوش نہیں تھی جتنی خوشی اسے ماہا کی شادی کی ہے، اور اس بات پہ حشام ہمیشہ احتجاج کرتا تھا جسے وردہ نظر انداز کر دیتی تھی، اعتراض تو اسے اور بھی بہت باتوں پہ تھا لیکن یہاں پرواہ کسے تھی۔

وہ مہندی کا تھال اٹھائے اپنا شرارہ سمبھالتے اوپر جارہی تھی جب سامنے سے حشام چلتا نظر آیا۔اس نے سفید شلوار قمیض کے ساتھ پیلی واسکٹ پہن رکھی تھی اور آستینیں کہنیوں تک موڑی ہوئی تھیں۔وردہ نے دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری تھی۔

"موصوف کا منہ کیوں پھولا ہوا ہے؟"چہرے پہ صاف شرارت تھی۔

"موصوف کا دماغ گھوما ہوا ہے اسی لئے۔"وردہ نے بمشکل اپنی ہنسی روکی۔

"بتائیں تو صحیح ہوا کیا ہے؟"

"ہوا یہ ہے کہ اس گھر میں میری ایک عدد بیوی رہتی ہے اور وہ ساری دنیا کی خدمت کر رہی ہے لیکن اپنے شوہر سے اس نے ایک گلاس پانی تک نہیں پوچھا،اسے تو شائد یاد بھی نہیں کہ اس کا شوہر بھی اسی گھر میں رہتا ہے۔"ناراض سا شکایت کرتا ہوا وردہ کو وہ اپنے دل کے بہت قریب لگا۔

"اوہ!بس یہی مسئلہ ہے؟پانی پینا ہے؟وہ تو میں ابھی لا دیتی ہوں!"اس نے جیسے چٹکیوں میں مسئلہ حل کیا۔حشام کا دل اس کی بات سن کر کڑھ کر رہ گیا،

اور وردہ وہیں سے مڑ گئی، پھر یاد آیا کہ وہ تو اوپر جا رہی تھی، وہیں سے وہ پلٹی اور حشام کو لے کر اوپر چلی گئی۔

مہندی کا فنکشن جیسے تیسے ختم ہوا۔اس وقت حشام بیڈ پر بیٹھے اپنے لیپ ٹاپ پر کوئی کام کر رہا تھا جب وردہ دودھ کا گلاس لے کر اس کے پاس آ کر بیٹھی ۔اس نے شکریہ کہتے ہوئے وردہ سے گلاس لیا۔

"شوہر کی یاد آ گئی؟"معصوم سا شکوہ!

"میں اپنے شوہر کو بھولی ہی کب تھی؟"اس نے کندھے اچکا دئے، لیکن جب دھیان اس کی آنکھوں پر گیا تو پریشان ہوئی۔"آپ کی آنکھیں کیوں لال ہو رہی ہیں؟"

"کچھ نہیں بس سر درد کر رہا ہے۔"اس نے اپنی الٹے ہاتھ کی دو انگلیوں سے ماتھا مسلتے ہوئے کہا۔

"میں دبا دیتی ہوں، سر درد کر رہا ہے اس کے باوجود کام کر رہے ہیں۔" وردہ جیسے ہی بیڈ پر چڑھی حشام نے اپنا سر اس کی گود میں رکھ دیا، وردہ ساکت اسے دیکھنے لگی۔ "کیا ہوا، اب دباؤ۔"

وردہ سر دبانے کے ساتھ ساتھ بالوں میں انگلیاں چلاتی اسے آگے کی تیاریوں کے بارے میں بتانے لگی۔ جانتا تھا کہ وردہ زیادہ دیر خاموش نہیں بیٹھ سکتی۔

قسمت نے دور سے اسے مسکرا کر دیکھا تھا۔ وہ کیا جانتی تھی کہ کونسا طوفان اس کی تاک لگائے بیٹھا ہے۔

ماہا کی بارات سے لے کر ہر فنکشن میں وردہ سب سے آگے تھی، دوست کی شادی کی خوشی میں وہ سب کچھ بھلائے بیٹھی تھی۔

ماہا کی تو جھینپ ہی نرالی تھی، لال رنگ کے لہنگے میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی اور وردہ نے دلہن کی اکلوتی دوست ہونے کے ناطے سے گولڈن رنگ کا جوڑا پہنا تھا۔

بارات آنے میں وقت تھا جب دلہن کا فوٹو شوٹ ہوا، اس کے بعد وردہ اور حشام کی باری آئی۔ یہ خاص دن وردہ کو کیا دکھانے والا وہ اس سے بلکل بے خبر تھی۔

بارات آنے کا وقت ہوا تو وردہ سب سے پہلے جا کر دروازے پر رک گئ اور حارث اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔

"پیسے نکالوا گر اندر جانا ہے تو۔" اس نے باقاعدہ ہاتھ گھما گھما کر جیسے وارننگ دی۔ حارث نے مدد طلب نگاہوں سے حشام کو دیکھا اور حشام نے صرف کندھے اچکانے پر ہی اکتفا کیا۔ حارث نے اپنے خیالوں میں ہی اسے دو تین دفعہ سمندر میں پھینکا تھا۔ پیسے نکال کر وردہ کو دیئے اور اندر گیا۔

نکاح ہونے کے بعد حارث اور ماہا اکٹھے بیٹھے تھے جب وردہ پھر ٹپکی۔ "اب کیا؟ ابھی بھی کچھ چاہیئے؟" کہہ تو ایسے رہا تھا جیسے وردہ مانگے گی اور وہ فورا دے دے گا۔

ہاں کچھ زیادہ نہیں بس ایک گلاس دودھ کے پچاس ہزار روپے اور اگر دودھ پورا ختم کیا تو پچیس ہزار۔" بزنس ڈیل کی گئی!

"اوہ! بس یہ بات لاؤ کدھر ہے گلاس؟" وردہ نے اسے گلاس تھمایا لیکن حارث اس کے چہرے پہ شیطانی مسکراہٹ نہ دیکھ سکا۔ جانتا تھا پلاسٹک کے سٹرا میں ضرور کچھ پھنسایا ہوگا، جس کی وجہ سے پینے میں مشکل ہوگی۔

اپنی طرف سے ہوشیاری دکھاتے ہوئے اس نے سٹرا پہلے ہی نکال کر ایک طرف کر لیا اور سارا گلاس ایک ہی سانس میں پی گیا، لیکن یہ کیا؟ ہوشیاری خود ہی مہنگی پڑ گئی؟

وردہ نے بھر بھر کر دودھ میں سرخ مرچوں کی طہ لگائی ہوئی تھی جس کا اثر اس کی سرخ آنکھوں سے صاف ظاہر تھا، چہرا اٹھا کر دیکھا تو وردہ بمشکل ہنسی روکے کھڑی تھی،

اپنی دائیں طرف دیکھا تو ماہا بھی مسکرا رہی تھی یعنی وہ بھی جانتی تھی۔

حشام بھی حارث کے ساتھ ہی یہ سب کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھا۔

"بس اسی لئے میں نے پورے گلاس کے پیسے آدھے کر دیے تھے، کیا یاد کریں گے۔" کیا شاہانہ انداز تھا!

"کیا ضرورت تھی حاتم طائی کی قبر پر لات مارنے کی؟ میں پچاس ہزار دے دیتا۔" گہرے گہرے سانس لیتا وہ بمشکل بول رہا تھا۔

وردہ کا ہنس ہنس کر برا حال تھا، "نکالیں پچیس ہزار، اب "میری" دوست اتنے آرام سے تو نہیں مل جاتی نہ۔ وردہ نے "میری" پہ زور دیا۔ مرتا کیا نہ کرتا کہ تحت اس نے پیسے دے دیے۔

اسلام علیکم !.

اگر آپ بھی لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اسے دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہم فراہم کر رہے ہیں آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم جو آپ کے لکھی ہوئی پوسٹ کو دنیا تک پہنچائیں گا۔

اپنا ناول، ناولٹ، آرٹیکل، افسانہ، شاعری یا کچھ بھی لکھا ہو پبلش کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ہم سے رابطہ کریں۔

Mklibrary13@gmail.com

اس کے علاوہ آپ ہمارے انسٹا گرام اور واٹس ایپ پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

What's up Number: +92-3144810202

Instagram:mklibrary.official

Mk Library